بسم اللہ

مدح صحابہؓ ایجی ٹیشن کی علمی و دینی حیثیت

# علمی تحقیقات

## اہلِ علم کے لئے ایک نادر تحفہ

## نامور اربابِ بصیرت کے افکارِ زرّیں

(۱) حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
(۲) امام اہل سنت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ
(۳) شیخ الحدیث مولانا حبیب احمد کیرانویؒ
(۴) جامع الکمالات مولانا عبد الوہاب صاحبؒ

ناشر
ادارۂ تحفظِ ناموسِ اہلبیت پاکستان
اے ۲۱۹ سی بلاک، حیدری شمالی ناظم آباد۔ " کراچی "
کوڈ نمبر ۷۴۷۰۰

مسلسل خلافت معاویہ ویزید

# محمود احمد عباسی

## اپنے عقائد و نظریات کے آئینے میں

مرتبہ

علی مظہر نقوی امروہوی

ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت

اے - ۲۱۹ - بلاک سی، شمالی ناظم آباد، حیدری کراچی

[illegible]

---

ارباب علم و تحقیق کی خدمت میں اپنی نوعیت کا واحد مجموعہ زریں

# تاریخی مضامین

از

علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

با کمالات عالیہ

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت پاکستان

اے ۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، حیدری کراچی

---

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ: شیطان نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟

# ابنِ سبا

عبداللہ بن سبا کے حالات جو صدر اسلام میں اختلافات عقائد کا بانی اور مسلمانوں کی تفریق مذہبی کا [illegible]

مؤلفہ: مولانا سید اعجاز احمد سہوانی

تبصرہ

امام اہلسنت علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی

ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت (پاکستان)

---

ابو الشمس ہمایوں بادشاہ وصیل

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع و مناقب میں

# تنویر الایمان

و

# تطہیر الجنان

مصنفہ

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی

ناشر

ادارہ تحفظ ناموس اہل بیت پاکستان

اے ۲۱۹، سی بلاک، حیدری، شمالی ناظم آباد، کراچی ۳۳

---

تیسرے مضمون (اشرف المدارات) میں مدح صحابہ ایجی ٹیشن کے محرکات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

بسم اللہ

مدح صحابہ ایجی ٹیشن کی علمی و دینی حیثیت

# علمی تحقیقات

## اہلِ علم کے لئے ایک نادر تحفہ

## نامور اربابِ بصیرت کے افکارِ زرّیں

(۱) حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح
(۲) امام اہل سنت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی رح
(۳) شیخ الحدیث مولانا حبیب احمد کیرانوی رح
(۴) جامع الکمالات مولانا عبد الوھاب صاحب رح

ناشر

ادارۂ تحفظِ ناموسِ اہلبیت "پاکستان"

اے ۲۱۹ - سی بلاک، حیدری شمالی ناظم آباد۔ " کراچی"
کوڈ نمبر ۷۴۷۰۰

# مدح صحابہ و اخبار صدق

از مولوی انتشام صاحب لکھنوی

منقول از اخبار مدینہ

اخبار صدق نمبر ۴۳ جلد ۶ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۴۲ء میں مدیر جناب مولانا عبدالماجد صاحب مدیر صدق نے رسالہ النور سے اخذ کرکے حسب ذیل فتویٰ دو دہری جدولوں سے نمایاں کرکے شائع فرمایا تھا۔

## جلوس مدح صحابہ

### حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کا فتویٰ۔

سوال۔ منقول نہیں مگر عنوان جواب سے ظاہر ہے۔

الجواب۔ روی البخاری فی کتاب التفسیر بسندہ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجہر بصلاتک ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بہا عن اصحابک فلا تسمعہم وابتغ بین ذلک سبیلا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود قرآن کا جہر اور وہ بھی جماعت کی نماز میں کہ امام پر واجب ہے اگر سبب بن جائے قرآن کے سب و شتم کا تو ایسے وقت میں اتنے جہر کی ممانعت ہے کہ سب و شتم کرنے والوں کے کانوں میں آواز پہنچ جائے تو مدح صحابہ کا اعلان جہر کہ فی نفسہ واجب بھی نہیں اگر سبب بن جائے صحابہ کے سب و شتم کا تو ایسے وقت میں اس کا اتنا جہر کہ سب و شتم کرنے والوں کے کانوں میں آوازیں پہنچیں کیسے ممنوع نہ ہوگا۔

(النور۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۶۰ھ صفحہ ۹، ۱۰)

گذارش: فتویٰ بالا کی تائید و اختلاف پر مبنی راقم الحروف کے مطالعہ میں صرف تین مضامین آئے ہیں جن کو یکجا صورت میں بعینہٖ ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔

ادارہ

# مدح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مخالفت میں آیت قرآنی سے غلط استدلال

## (۱) اس کا جواب

از افادات امام اہلسنت حجۃ الاسلام حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد عبد الشکور صاحب فاروقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

بجواب استفتاء مولوی حکیم عبد الباری صاحب انصاری۔ گونڈہ

بندۂ ناچیز حکیم عبد الباری انصاری مقیم گونڈہ عرض کرتا ہے کہ اس وقت مسئلہ مدح صحابہ میں جو باہمی اختلاف رونما ہو گیا ہے یہ ہر لحاظ سے نہایت رنج کے قابل ہے اور دشمنوں کی خوشی کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں لہذا اس وقت تین معاملوں کے متعلق کچھ سوالات پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ جواب کے بعد ایسا طریقہ اختیار کیا جا سکے جو امت کی صلاح و فلاح کا باعث ہو۔

## معاملہ اوّل

ایک محترم عالم نے ایک موقت الشیوع رسالہ میں رقم فرمایا ہے کہ "روی البخاری فی کتاب التفسیر بسندہ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا قال نزلت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجہر بصلوتک ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بہا عن اصحابک فلا تسمعہم وابتغ بین ذلک سبیلا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود قرآن کا جہر اور وہ بھی جماعت کی نماز میں امام پر واجب ہے اگر سبب بن جاوے قرآن کے سب و شتم کا تو ایسے وقت میں اتنے جہر کی ممانعت ہے کہ سب و شتم کرنیوالوں کے کان تک نہ پہونچے تو مدح صحابہ کا اعلان جہر کہ فی نفسہ واجب بھی نہیں اگر سبب بن جائے صحابہ کے سب و شتم کا تو ایسے وقت میں اس کا جہر کہ سب و شتم کرنیوالوں کے کان تک پہونچے کیسے ممنوع نہ ہوگا۔ انتہی بالفاظہ الشریفہ۔

عبارت منقولہ بالا کی بنیاد پر حسب ذیل سوالات جواب طلب ہیں۔

الف عبارت مذکورہ بالا میں جو دلیل آیت قرآنی سے لیگئی ہے کیوں قابل تسلیم نہیں ہے قابل تسلیم نہ ہونیکے کیا دلائل ہیں۔

ب عبارت مذکورہ بالا میں مدح صحابہ کے اعلان وجہر کے فی نفسہٖ واجب ہونے سے انکار فرمایا گیا ہے مگر امام اہل سنت مدظلہ کا عمل مدح صحابہ کے اعلان وجہر کے معاملہ میں ایسا ہے کہ گویا اعلان وجہر مدح صحابہ واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ لہذا معلوم ہونا چاہئے کہ صحیح بات کیا ہے۔

ج امام اہل سنت مدظلہ نے کسی موقع پر فرمایا تھا کہ یہ معاملہ اُسوقت کا ہے جب اسلام پر اس قدر ضعف طاری تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں پوشیدہ تھے پس سوال یہ ہے کہ کیا بحالت اختیار عمل کیلئے یہ آیت یا اُس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے کیا آج بوقت اما مت رفع صوت قرآن پر کچھ اشرار شور و غل سب و شتم کرنے لگیں تو اس آیت پر عمل ہو گا یا مظاہرہ قوت و اختیار کا حکم ہو گا۔

## معاملہ دوم

امام اہلسنت نے اپنی ایک تقریر میں احکام شرعی کی دو قسمیں بیان کی تھیں ایک وہ کہ جنکا طریق عمل شارع کی طرف سے معین کر دیا گیا ہو جیسے نماز دوسرے وہ جن کا طریق عمل معین نہ کیا گیا ہو جیسے طلب علم مدح صحابہ کو دوسری قسم کے احکام میں داخل فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ مدح صحابہ کی تبلیغ کا جس طرح ایک طریقہ یہ ہے کہ جمعہ و عیدین کے خطبوں میں اسکا التزام کیا گیا اسی طرح ایک طریقہ جلوس بھی ہے اور فرمایا تھا کہ ہمکو جلوس کے التزام کا خیال بھی نہیں اگر آج یہ سب پابندیاں ہٹ جائیں تو پھر جلوس کے باقی رکھنے کی ضرورت نہیں۔

تقریر مذکورہ بالا کی بنیاد پر حسب ذیل سوالات جواب طلب ہیں۔

الف کیا اعلان مدح صحابہ کیلئے کوئی صاف اور واضح حکم شرعی موجود ہے اگر ہو تو ارشاد فرمایا جائے۔

ب اگر جلوس مدح صحابہ اعلان مدح صحابہ کیلئے جائز ہے تو اعلان مدح رسول کیلئے محافل میلاد کیوں جائز نہیں ہیں۔

## معاملہ سوم

جلوس مدح صحابہ کی تائید میں ایک حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ جب صحابہ کرام کی بدگوئی کیجائے تو انکی مدح کا اعلان ضروری ہے جو عالم اُسوقت اپنے علم کو ظاہر نہ کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے نہ اُس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

اس مضمون کی بنا پر حسب ذیل سوالات جواب طلب ہیں۔

**الف** یہ حدیث کس کتاب کی ہے۔

**ب** علم ظاہر کرنیکو جلوس کی شکل میں کیوں منحصر و مختص سمجھا جاتا ہے وعظ کی محفلوں میں اور رسالوں میں اور کتابوں کے ذریعہ سے اگر یہ فرض ادا کیا جائے تو کیوں ناکافی ہے۔

**ج** جلوس مدح صحابہ کے سبب سے جو جانی و مالی نقصانات پیش آتے ہیں اُنکا لحاظ کرکے بجائے جلوس کے دوسرے طرق اظہار علم کے کیوں نہ اختیار کئے جائیں۔

## الجواب واللہ الموفق للصواب

جوابات سوالات علی الترتیب حسب ذیل ہیں۔

### جواب سوال اول از معاملہ اول

یہ دلیل آیت قرآنی سے نہیں لیگئی بلکہ ایک روایت سے لیگئی ہے اور وہ روایت بھی حدیث نبوی نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اجتہاد ہے کیونکہ سبب نزول ایک اجتہادی چیز ہے کسی واقعہ کے بعد کوئی آیت نازل ہوئی اور کچھ تعلق دونوں میں مفہوم ہوا تو حکم لگا دیا جاتا ہے کہ وہ واقعہ اس آیت کا سبب نزول ہے حضرت شیخ ولی اللہ محدث دہلوی فوز الکبیر مطبوعہ مصر ص۱۰ میں فرماتے ہیں۔

القسم الثانی ان یتم معنی الآیۃ بعمومہا من غیر احتیاج الی العلم بالحادثۃ التی

دوسری قسم یہ ہے کہ کامل کئے جائیں آیت کے معنی اسکے عموم کیساتھ بغیر احتیاج کے طرف جاننے اس واقعہ کے کہ وہ سبب نزول ہے

هي سبب النزول والحكم لعموم اللفظ لا لخصوص السبب وقد ذكر قدماء المفسرين تلك الحادثة لقصد الإحاطة بالآثار المناسبة للآية أو لقصد بيان ما صدق عليه العموم وليس ذكر هذا القسم من الضروريات وقد تحقق عند الفقير أن الصحابة والتابعين كثيرا ما يقولون نزلت الآية في كذا وكذا وكان غرضهم تصوير ما صدقت عليه الآية وذكر بعض الحوادث التي تشملها الآية بعمومها سواء تقدمت القصة أو تأخرت إسرائيليا كان ذلك أو جاهليا أو إسلاميا استوعبت جميع قيود الآية أو بعضها والله أعلم فعلم من هذا التحقيق أن للاجتهاد في هذا القسم مدخلا وللقصص المتعددة هنالك سعة فمن استحضر هذه النكتة يتمكن من حل ما اختلف من سبب النزول بأدنى عناية۔

اور حال یہ ہے کہ حکم واسطے عموم لفظ کے ہے نہ خصوص سبب کے اور یقینا ذکر کیا قدمائے مفسرین نے ان اسباب نزول کو احاطہ کا ارادہ کر ساتھ تمام آثار مناسبہ کے واسطے آیت کے یا ساتھ ارادہ کرنے اس چیز کے بیان کا کہ صادق ہے اوپر اسکے عموم اور نہیں ہے ذکر اس قسم کا ضروریات سے اور ثابت ہو چکا ہے نزدیک فقیر کے کہ یقینا صحابہ اور تابعی بسا اوقات کہتے ہیں کہ نازل ہوئی تھی یہ آیت اس واقعہ میں اور ہوتی تھی غرض انکی نقشہ کھینچ دینا ان چیزوں کا کہ صادق ہے اوپر انکے آیت اور ذکر کر دینا بعض واقعات کا کہ شامل ہو انکو یہ آیت بوجہ اپنے عموم کے برابر ہے کہ واقعہ مقدم ہوا ہو یا موخر اسرائیلی ہو یا جاہلی یا اسلامی شامل ہے تمام قیود آیت کو یا بعض قیود آیت کو واللہ اعلم پس جانا گیا اس تحقیق سے کہ یقینا واسطے اجتہاد کے اس قسم میں دخل ہے اور واسطے قصص متعددہ کے اس مقام میں گنجائش ہے پس جس نے یاد رکھا اس نکتہ کو قابو پا جائیگا حل کرنے میں ان چیزوں کے کہ مختلف ہیں اسباب نزول سے ادنیٰ توجہ کے ساتھ۔

بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا ذاتی اجتہاد بھی نہیں کیونکہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے اُس وقت انکی ولادت بھی نہ ہوئی تھی۔ انکی ولادت شعب ابی طالب کے زمانہ میں ہوئی ہے جو اس واقعہ اختفاء سے کئی سال بعد ہے لہذا ضرور ہے کہ انہوں نے کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ سے سُنا اور انکی رائے کا اتباع فرمایا۔

غرضیکہ یہ دلیل اسی اجتہاد سے ماخوذ ہے کسی حدیث سے ماخوذ نہیں ہے اور اجتہاد سے ماخوذ ہونیکی بھی یہ صورت ہے کہ اُسپر قیاس کیا گیا ہے۔

باقی رہا اس دلیل کا ناقابل تسلیم ہونا تو اسکے دلائل حسب ذیل ہیں۔

**دلیل اوّل** یہ کہ حضرت ابن عباس سے اسی روایت میں منقول ہے کہ

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ — اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تھے کہ میں

معلوم ہوا کہ وہ ایسے ضعف اور کمزوری کا زمانہ تھا کہ رسو لخدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ساتھ جتنے مسلمان اسوقت تھے اُن سب کو ایک گھر میں پوشیدہ ہونا پڑا تھا۔ یہ واقعہ دار ارقم میں پوشیدہ ہونیکا ہے اور بالکل آغاز اسلام کا ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسکی شرح میں ہے یعنی فی اول الاسلام۔ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جبکہ موافق بعض روایات کے مسلمانوں کی تعداد چالیس تک بھی نہ پہونچی تھی حضرت فاروق اعظمؓ بھی مشرف باسلام نہوئے تھے اور اب بفضلہ تعالیٰ یہ حالت ضعف[1] کی نہیں ہے۔

**دلیل دوم** یہ کہ خود حضرت ابن عباس سے اس آیت کا منسوخ ہونا منقول ہے امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر کی پندرہویں جلد صـ۱۲۳ میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

فلما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ — پس جبکہ ہجرت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرف مدینہ

وسلم الی المدینۃ سقط ھذا — کے تو اسکی ضرورت باقی نہ رہی۔

نیز حافظ الحدیث امام ابن کثیر اپنی تفسیر کی تیسری جلد صـ۶۹ میں صحیح بخاری کی اسی روایت کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔

وکذا رواہ الضحاک عن ابن عباس وزاد — اور اسی طرح روایت کیا اسکو ضحاک نے ابن عباس سے اور یہ لفظ

فلما ھاجر الی المدینۃ سقط ذلک یفعل — زائد روایت کیا کہ جب ہجرت کی رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ایک صاحب نے اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھ دیا کہ اب مسلمانوں کو کہاں اقتدار حاصل ہے اول تو اقتدار کی بحث نہیں بحث تو یہ ہے کہ کیا اب بھی ویسا ہی ضعف ہے جیسا اسوقت تھا کیا آج بھی مسلمان کسی گھر میں پوشیدہ بننے پر مجبور ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان صاحب نے غور نہیں فرمایا کہ صحابہ کے معاملہ میں مزاحمت تو شیعوں کی طرف سے ہے اور انگریز انکی بیجا حمایت طرفداری کرتے ہیں لہٰذا یہاں اقتدار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اقتدار نہونے میں ہم اور شیعہ مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اکثریت کے لحاظ سے ہکو نمایاں غلبہ ہے اور پھر آج تو گورنمنٹ سے رعایا اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے لڑتی ہے اور کامیاب ہوتی ہے۔

علیہ وسلم سینہ کی طرف تو جھکا جانا۔ اگر یہ جہر جائز ہے یعنی چاہے بلند آواز سے قرأت کریں یا پست آواز سے۔

ای ذالک شاع

دلیل سوم یہ کہ حضرت ابن عباس سے جو سبب نزول اس آیت کا اس روایت میں منقول ہے اسکے خلاف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے منقول ہے اور وہ بھی صحیح بخاری میں ہے وہ فرماتی ہیں کہ ولا تجھر بصلوتک میں صلوٰۃ سے (قرأت قرآن نہیں بلکہ) دعا مراد ہے۔

دلیل چہارم یہ کہ حضرت ابن عباس سے جو سبب نزول اس روایت میں نقل کیا گیا ہے اس کی بنا پر بہت سی لاینحل مشکلات پیش آتی ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ مکہ میں قبل ہجرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی ساعت میں تلاوت قرآن کی نہی کی ہو اور تبلیغ قرآن کی نہ فرمائی ہو (معاذ اللہ من ذلک) کیونکہ نماز کے اندر تلاوت قرآن کا بلند آواز سے ہونا یا خارج نماز میں ہونا دونوں میں کفار کیلئے کوئی فرق نہیں۔ حالانکہ یہ خیر مقصد رسالت اور مقصد تنزیل قرآن کے خلاف ہونیکے علاوہ بیشمار آیات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ بکثرت مکی آیتیں ہیں جن میں آپ کا قرآن کی تبلیغ کرنا اور کافروں کے سامنے تلاوت کرنا بیان کیا گیا ہے[1] اور بکثرت کی آیتوں میں آپ کو حکم دیا گیا ہے[2] کہ کافروں کو قرآن سنائیے اسی آیہ لا تجھر بصلوتک سے کچھ پہلے فرمایا گیا وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث بعض آیات میں کفار کا قرآن سننے سے گریز کرنا بھی نقل فرمایا گیا ہے[3] کہیں کہیں انکی گستاخیاں بھی نقل

---

[1] واذا تتلی علیہم آیاتنا بینات قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقرآن غیر ہذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی قولہ قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم (و) قولہ تعالیٰ واذا تتلی علیہم آیاتنا بینات تعرف فی وجوہ الذین کفروا المنکر یکادون یسطون بالذین یتلون علیہم آیاتنا

[2] قل اوحی الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ (و) وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم (و) کذلک ارسلناک فی امۃ قد خلت من قبلہا امم لتتلو علیہم الذی اوحینا الیک (و) وکذلک اوحینا الیک قرآنا عربیا لتنذر ام القری ومن حولہا

[3] وقال الذین کفروا لا تسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ (و) فما لہم عن التذکرۃ معرضین کانہم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ وغیر ذلک من الآیات التی لا تحصی

فرمائی گئی ہیں۔ ایک آیت میں اذان کے ساتھ کفار کا تمسخر کرنا نقل فرمایا ہے مگر یہ کہیں نہیں فرمایا کہ انکی گستاخیوں سے بچنے کیلئے ان کو قرآن سنانا چھوڑ دیجئے یا اُنکے تمسخر کیوجہ سے اذان موقوف کردیجئے، البتہ کہیں کہیں یہ فرمایا ہے کہ ہم ان کو ان حرکات کی شدید ترین سزا دیں گے۔

اور از انجملہ یہ کہ بہت سے واقعات ایسے ملیں گے کہ "مکہ" میں قبل ہجرت صحابۂ کرام نے کفار کے سامنے تلاوت قرآن کی اور ایذائیں برداشت کیں۔ بہت روشن واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے کہ انھوں نے اپنے گھر سے باہر ایک چبوترہ مسجد کے نام سے بنایا تھا اور اُس پر روزانہ بیٹھکر قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرتے تھے اور کفار کا مجمع ہوجاتا تھا حضرت ابوبکر صدیق کو کفار نے اس سے روکنا چاہا مگر وہ نہ رکے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ واقعہ ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص۱۱ میں بہت دلکش انداز میں بیان فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت صدیق اول کسے است کہ مسجد بنا کرد و اعلام اسلام نمود و کفار قریش بایذا برخاستند۔ (الی ان قال) آن گاہ باعلان اسلام وجہر قرأت قرآن مشغول شد اخرجہ البخاری فی حدیث طویل عن عائشۃ" رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہ فرمایا کہ اے صدیق یہ تم کیا کرتے ہو یہ چیز تو آیت قرآنی میں ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اور از انجملہ حضرت فاروق اعظم کے اسلام کا واقعہ ہے کہ انھوں نے مشرف باسلام ہوتے ہی جہر و اعلان سے کام لیا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حرم الٰہی میں چل کر باعلان نماز ادا کی جائے اور یہ درخواست قبول فرمائی گئی۔ اگر آیت مبحوثہ کا وہ مطلب ہوتا تو ہرگز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اُنکی درخواست قبول نہ فرماتے اور انکو جہر و اعلان سے منع فرماتے۔

دلیل پنجم یہ کہ اس قول کی بنا پر لازم آتا ہے کہ تلاوت قرآن سب و شتم کا سبب ہو حالانکہ یہ چیز کسی طرح لائق تسلیم نہیں البتہ سب و شتم کا سبب سب و شتم ہوتا ہے تو اسکی ممانعت صاف صاف قرآن میں ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدح، سب و شتم کا سبب نہیں ہوسکتی ورنہ یوں فرمایا جاتا کہ اے مسلمانو کافروں کے سامنے اللہ کی تعریف نہ کیا کرو ورنہ وہ اللہ کو گالی دیں گے۔ تلاوت قرآن کے بعد سب و شتم کرنا محض ان کی خباثت کا مقتضا تھا

[illegible]

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می کند        مہ را چہ جرم خاصیت سگ ہمیں بود

دلیل ششم یہ کہ خود حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں وہ قول بھی منقول ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے یعنی صلوٰۃ سے قرأت قرآن نہیں بلکہ دعا مراد ہے۔ فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۳۰۵ میں ہے وقد جاء عن ابن عباس نحو ما دیل عائشۃ پھر کئی سندوں سے اس روایت کو نقل کیا ہے کتب تفاسیر میں بھی وہ روایت منقول ہے۔

دلیل ہفتم یہ کہ مدح صحابہ کو نماز کی قرأت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ نماز کی قرأت کا مقصد تعلیم و تبلیغ نہیں ہے اور مدح صحابہ کا بڑا مقصد تعلیم و تبلیغ ہی ہے جو بغیر جہر کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

دلیل ہشتم یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ کفار کی سماعت میں تلاوت قرآن کی یا بالفاظ دیگر تبلیغ دین کی آپ کو ممانعت کردی گئی تھی تو پھر کافروں سے کوئی جھگڑا ہی باقی نہیں رہتا وہ بھی تو چاہتے تھے کہ ہمکو قرآن نہ سنایا جائے، ہمکو تبلیغ نہ کی جائے۔

ابھی اور کچھ دلائل باقی رہ گئے جو بخوف طوالت ذکر نہیں کئے گئے۔

## جواب سوال دوم از معاملۂ اول

مدح صحابہ کے فی نفسہ واجب ہونے سے انکار کرنا تو اس کے وجوب کا انکار نہیں ہے، بہت چیزیں ایسی ہیں جو فی نفسہ واجب نہیں ہوتیں مگر کسی سبب سے واجب ہو جاتی ہیں۔ اور مدح صحابہ کے اعلان کیلئے بکثرت ایسے اسباب موجود ہیں جو اس کو وجوب کی حد تک پہونچانے کیلئے کافی ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ مدح صحابہ کا اظہار و اعلان بھی دین کی تبلیغ ہے اور دین کی تبلیغ کا واجب بالکفایہ ہونا اظہر من الشمس ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ خود سنی نا واقفیت کے باعث رفض کا شکار ہو رہے ہوں پھر رفض کیطرف سے ان کے مطاعن کا بھی اظہار ہو رہا ہو اور انکی مدح کرنے پر مزاحمت کیجا رہی ہو پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض چیزیں واجب نہیں ہوتیں مگر شعار ہونے کی حیثیت انہیں پیدا ہو جاتی ہے اس وجہ سے اُن کا اہتمام واجبات سے بھی زیادہ کیا جاتا ہے مثلاً اذان اور مثلاً ختنہ یہ دونوں سنت ہیں واجب نہیں ہیں مگر اُن کے تارک پر جہاد کا حکم ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں شعار اسلام ہیں۔

مدح صحابہ بھی شعار اہلسنت ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ملی کہ قصبہ سامانہ ضلع لودھیانہ میں کسی خطیب نے عید اضحی کے خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر نہیں کیا۔ اس خبر کو سنکر آپ کو کس قدر غصہ آیا چنانچہ مکتوب پانزدہم دفتر دوم حصہ ششم صفحہ ۳۰ میں رسائی قصبہ مذکورہ کے نام

آپ کا ایک خط منقول ہے جسکے بعض جملے یہ ہیں۔

وائی نکیبار کرصد بار وائے + ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اگرچہ از شرائط خطبہ نیست ولیکن از شعائر اہلسنت است شکر اللہ تعالیٰ سعیہم ترک

نکند آں را ابعد و تمرد گر کسے کہ دلش مریض ست و باطنش خبیث۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ازالۃ الخفا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"خلافت ایں بزرگواران اصلے ست از اصول دین تا وقتیکہ ایں اصل را محکم نگیرند ہیچ مسالاز مسائل

شرعیہ تاصل نشود"

راقم السطور کی اس قدر کدوکاوش اور اس قدر اہتمام کی بڑی وجہ یہی ہے واللہ ولی التوفیق۔

## جواب سوال سوم از معاملہ اول

آیت یا اس کا حکم تو منسوخ نہیں ہے البتہ اس مطلب کی بنا پر اس کو منسوخ ماننا پڑتا ہے حضرت ابن عباس رض سے ہجرت کے بعد اس کا منسوخ ہونا او نقل ہو چکا لیکن حق یہ ہے کہ ہجرت کے قبل بھی اس کے خلاف عمل ہوتا تھا اس مقام پر ایک عجیب لطیفہ یہ ہے کہ آیت کو منسوخ تو مان لیا گیا مگر ناسخ کا کہیں پتہ نہیں۔

آیت کا یہ مطلب جسکی بنا پر اسکو منسوخ ماننے کی ضرورت لاحق ہوئی کیوں مراد لیا جائے۔ کیوں نہ ام المومنین کے ارشاد کے مطابق صلوٰۃ سے دعا مراد لیجائے۔ یا کھلا ہوا صاف مطلب آیت کا جو اسکی عبارت سے بغیر انضمام روایات کے ظاہر ہو رہا ہے وہ مراد لیا جائے کہ اے نبی اپنی سب نمازوں میں جہر نہ کیجئے نہ سب نمازوں میں سرے کام لیجئے درمیان کی راہ اختیار کیجئے یعنی بعض نمازوں میں جہر کیجئے بعض میں سر چنانچہ اسی آیت پر عمل کر کے ظہر عصر کی نماز میں سر کیا جاتا ہے اور مغرب عشاء فجر میں جہر۔ کافروں کے سب و شتم سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ تفسیروں میں یہ مطلب آیت کا بیان بھی کیا گیا ہے امام ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر ہم روایات کی پابندی نہ کرتے تو یہ مطلب موقع طبع و دلکش تھا یہاں پر شاید کسی کو شبہ ہو کہ روایات کی پابندی نہ کیجائیگی تو تفسیر بالرائے ہو جائیگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ محققین اس بات کی تصریح کر چکے ہیں کہ تفسیر بالرائے وہ ہے جو قواعد زبان عرب یا ضروریات دین کے خلاف ہو اور جو مطلب کسی آیت کا قواعد زبان عرب کے موافق بیان کیا جائے اور ضروریات دین کے بھی خلاف نہ ہو وہ ہرگز تفسیر بالرائے نہیں اگرچہ روایات میں منقول نہ ہو دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ ملی قاری کی اور مجمع بحار الانوار علامہ گجراتی)

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بکثرت ایسا کیا ہے کہ کسی آیت کی کوئی تفسیر صحیح روایت

میں منقول ہے حتی کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے مگر انھوں نے روایت کی پابندی نہیں کی اور تفسیر آیت کی اپنی تحقیق کے موافق بیان فرمائی اس کی ایک مثال حسب ذیل ہے

ازالۃ الخفا مقصد اول فصل سوم میں جہاں سورۂ قیامت کی آیت ان علینا جمعہ کی تفسیر زیب رقم فرمائی ہے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جمع سے مراد سینہ میں جمع کرنا یعنی حفظ کرا دینا ہے اسکے بعد فرماتے ہیں۔ "و تفسیر جمعہ ای جمعہ فی صدرک تفقہ ابن عباس است فقیر میگوید دریں تفسیر نظر است زیرا کہ سہ کلمہ را بر معانی متقاربہ حمل کردن بعیدے نماید آرے در تفسیر صنعہ ائمۃ فلا تنسی ایں را تقریر کردن گنجائش میدارد"، پھر اپنی تحقیق لکھی ہے کہ جمع سے مراد مصاحف میں جمع کرانا ہے۔

اگر آج بوقت امامت رفع صوت قرآن پر کچھ اشرار شور وغل وسب وشتم کریں تو بے شک قوت کا مظاہرہ ہونا چاہئے اور ان شرور کے دفع کرنے کی سعی کرنا چاہئے مساجد کے سامنے باجہ بجانے پر اس قدر ہنگامے اسی لئے کئے جاتے ہیں اذان کے ساتھ کفار کا استہزاء قرآن مجید میں نقل فرمایا مگر استہزا کی وجہ سے اذان موقوف کرنیکا حکم نہ دیا۔ اور اگر یہ روش اختیار کیجائے کہ اشرار کے شور وغل کیوجہ سے جہر نماز میں ترک کردیا جائے تو قطع نظر اس سے کہ جہری نماز میں جہر واجب ہے اسکے ترک سے نماز فاسد ہو جائے گی مخالفین کو ایک آسان نسخہ ہاتھ لگ جائیگا وہ اسی طرح شور وغل کر کے ہم سے اسلام کی تمام باتیں ترک کرادیں گے۔

## جواب سوال اول از معاملہ دوم

اعلان مدح صحابہ کیلئے شرعی حکم کئی طرح سے ہے۔ اول یہ کہ تبلیغ قرآن مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے فرض کفایہ سہی اور قرآن مجید میں مدح صحابہ بوجہ اتم واکمل موجود ہے لہذا ضمناً مدح صحابہ کی تبلیغ کا حکم بھی نکل آیا اور تبلیغ بغیر اعلان کے نہیں ہو سکتی۔

دوم یہ کہ جس وقت صحابہ کرام کی بدگوئی ہو انکی طرف سے بدگمانی پیدا کرنیکی کوشش کیجارہی ہو جیسا کہ آجکل تو حدیث شریف میں حکم ہے کہ اسوقت علماء پر انکے فضائل ومناقب کا اظہار لازم ہے یہ بھی اعلان مدح صحابہ کا حکم ہے۔ یہ حدیث آگے آئیگی سوم یہ کہ سورۂ حشر کی آیت تو ضمناً نہیں بلکہ اصالۃً اور کسی شرط کے ساتھ نہیں بلکہ بلا شرط مہاجرین وانصار کی مدح کرنے اور ان کیلئے دعائے خیر مانگنے کو اور ان سے بغض رکھنے کی مذمت کرنے کو ہر مسلمان کیلئے لازم قرار دے رہی ہے۔ قولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ۔ جو لوگ مہاجرین وانصار کے بعد یہ کہتے ہوئے آئیں کہ اے ہمارے پروردگار مغفرت کر ہماری اور ہمارے

ان بھائیوں کی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا بغض نہ رکھ،
اے ہمارے پروردگار تو رافت و رحمت والا ہے۔ ربنا اغفر میں ان کے لئے دعائے خیر ہوئی۔
سبقونا بالایمان میں انکے فضائل و کمالات کا ذکر ہوا غلا للذین امنوا میں ان سے بغض رکھنے
کی مذمت ہوئی۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ یہ حقیر تالیف کر چکا ہے وللہ الحمد علی ذالک

## جواب سوال دوم از معاملہ دوم

اول تو مدح صحابہ عین مدح رسول ہے صحابہ کرام کے کمالات کا اظہار رسول ہی کے کمالات کا بہترین
صورت میں اعلان ہے۔ دوسرے یہ کہ محافل میلاد کو تو کسی نے ناجائز نہیں کہا۔ جو باتیں اُس
میں ناجائز کیجاتی ہیں انکو منع کیا جاتا ہے (دیکھو رسالہ اصلاح طریقہ مولد از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی)
بے شک اس حقیر نے بار بار اس کا اعلان کیا ہے کہ اگر جلوس مدح صحابہ سے پابندیاں ہٹ جائیں تو
ہم جلوس کے باقی رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے لیکن جلوس سے پابندی ہٹنا کجا مدح صحابہ کیلئے
کوئی محفل و مجلس کیجائے اُس پر بھی پابندی اُسی طرح قائم ہے۔ ان سب چیزوں کا علاج جماعتی
قوت سے ہو سکتا تھا مگر افسوس کہ جماعتی قوت مدح صحابہ کی مخالفت نہیں کرنے والے پیدا
ہی نہیں ہونے دیتے۔

## جواب سوال اول از معاملہ سوم

دو حدیثیں اس مضمون کی ہیں دونوں بحوالہ کتاب درج ذیل کیجاتی ہیں۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا ظہرت الفتن او البدع وسبت اصحابی فلیظہر
العالم علمہ فمن لم یفعل ذالک فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ
صرفا ولا عدلا۔ ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فتنوں کا ظہور ہو یا فرمایا کہ بدعتوں کا ظہور
ہو اور میرے اصحاب کی بدگوئی کیجائے تو عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے پھر جو ایسا نہ کریگا
اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ نہ اس کی کوئی عبادت
قبول کرے گا نہ کوئی پرہیزگاری۔ اس حدیث کی تخریج خطیب بغدادی نے اپنی کتاب الجامع
میں کی ہے اور ان سے علامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں اور ابن حجر مکی نے صواعق میں اور
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں نقل فرمایا ہے۔

---

ے بقول صاحب جو دھری نعمت اللہ صاحب کے بانی خیریت معلوم ہوتی ہے کہ شیعہ گالی بکنے پر ایسے متفق ہو گئے کہ ایک آواز خلاف [illegible] [illegible] جاری رہا اور ہم تعریف متفق نہ ہو سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث دوم۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لعن اٰخر ھذہ الامۃ اولہا فمن کتم حدیثاً فقد کتم ما انزل اللہ۔

ترجمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس امت (یعنی امت دعوت) کے پچھلے لوگ اس امت کے اولین (یعنی صحابہ کرام) پر لعنت کریں تو ایسے وقت میں جو شخص ایک بات بھی (صحابہ کے فضائل اور ان لعنت والوں کے جواب وہی کی) چھپائے گا اس نے یقیناً اللہ کی نازل کی ہوئی چیز کو چھپا ڈالا۔

اس دوسری حدیث میں ایک آیۂ قرآنی کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ بقرہ پارہ دوم میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا الی قولہ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی چیز کو چھپاتے ہیں ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنیوالے لعنت کرتے ہیں۔ یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں ہے

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پاکیزہ کتاب ازالۃ الخفا کی تصنیف کا سبب اسی دوسری حدیث کو ظاہر فرمایا ہے

## جواب سوال دوم از معاملہ سوم

علم کے ظاہر کرنے کو جلوس کی شکل میں منحصر و مختص ہرگز نہیں سمجھا جاتا۔ صرف بات اتنی ہے کہ سنیوں کو بہکانے اور صحابہ کرام سے بدظن کرنے کیلئے چونکہ جلوس کی شکل میں تبلیغ کیجاتی ہے اس لئے اس کا کما حقہ ازالہ بھی جلوس ہی کی شکل میں ہو سکتا ہے۔ جلوس کی شکل میں جتنی تبلیغ ہوتی ہے وعظ کی محفلوں اور رسالوں سے اس کی عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جلوس کی مزاحمت ہو رہی ہے اسلئے اسپر اصرار کیا جا رہا ہے اور جب تک یہ مزاحمت دفع نہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ یہ اصرار قائم رہے گا۔ تیسری بات سب سے بڑی یہ ہے کہ مدح صحابہ کے جلوس نے لکھنؤ اور لکھنؤ کے قرب وجوار میں سنیوں سے تعزیہ داری ترک کرا دی لکھنؤ میں سنیوں کے تعزیہ گیارہ سو سے زائد

ہوتے تھے کچھ تو مواعظات بند ہوئے اور باقیہ سب اسی جلوس کی برکت سے بند ہوئے اب صرف گیارہ یا بارہ تعزیہ سنیوں کے شیعوں کی زرپاشی کی وجہ سے باقی رہ گئے ہیں اور حقیقت میں وہ لوگ شیعوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تعزیہ داری

صرف فساد عمل تک محدود نہ تھی بلکہ عقائد تک اس کا اثر پہونچ رہا تھا بہت سی چیزیں اس میں شرک کی حد تک پہونچی تھیں اور مذہب شیعہ کی طرف جذب کرنا تو اس کا خاص کام تھا، اسی تعزیہ داری کی بدولت بکثرت سنی علانیہ شیعہ ہو چکے تھے اور جو بچ گئے تھے وہ بھی در اصل نیم شیعہ تھے الا ماشاء اللہ۔

شیعوں کے تبلیغی مرکز مدرسۃ الواعظین کا آرگن اخبار "الواعظ" اپنی اشاعت مورخہ یکم و ۸ رجون ۱۹۳۹ء میں لکھتا ہے۔

> اس وقت وہابی مسلک طبقہ پوری طرح اس کوشش میں منہمک ہے کہ کسی نہ کسی ۔۔۔ تدبیر و ترکیب سے عزاداری کو نقصان پہونچ جائے اسلئے کہ یہی وہ ادارہ ہے جو سنیوں کی تعداد میں کمی اور شیعوں کی تعداد میں برابر اضافہ کر رہا ہے اسی خیال کے پیش نظر مدح صحابہ کی تحریک بروئے کار لائی گئی ہے۔

شیعوں کے اخبار "سرفراز" نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ مدح صحابہ کی تحریک سے ہم کو مخالفت محض اس وجہ سے ہے کہ وہ سنیوں سے تعزیہ داری ترک کرانے کا ایک کامیاب آلہ ہے۔

ہاں اگر جلوس یعنی کسی چیز کی تبلیغ مجمع کے ساتھ راستوں اور سڑکوں پر گشت لگا کر کرنا شرعاً ممنوع ہو تو بیشک ہم کسی فائدہ کے لئے کوئی ممنوع طریقہ نہیں اختیار کر سکتے۔ لیکن اس کا شرعاً ممنوع ہونا کیا معنی، اسکے نظائر البتہ شریعت میں موجود ہیں۔

مثل تکبیر تشریق کے کہ عید اضحیٰ میں عیدگاہ جاتے وقت اور لوٹتے وقت بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ راستوں پر اور سڑکوں پر بھی گذر ہوتا ہے اور جانے والوں کا مجمع بھی ہوتا ہے۔

## جواب سوال سوم از معاملہ سوم

جانی و مالی نقصانات آج دنیا کے لوگ دنیا کے لئے بخوشی برداشت کر رہے ہیں مع صحابہ تو دین کا معاملہ ہے ہاں اگر کسی ناجائز کام کے لئے جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑیں تو بیشک اس سے بچنا چاہئے۔ ہجرت سے قبل صحابۂ کرام نے خصوصاً حضرت صدیق اکبرؓ نے بلکہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے محض اظہار دین کے لئے کیا کیا مصائب نہیں برداشت کئے لہٰذا ہر موقع پر جانی و مالی نقصانات سے بچنے کی کوشش کرنا بزدلی ہے اور شرعاً کوئی محمود فعل نہیں ہے۔

مقام عبرت ہو کہ مدح صحابہ جیسی محبوب چیز کے لئے جانی و مالی نقصانات کا اس قدر لحاظ کیا جائے اور بعض ناجائز کام جس میں جانی و مالی نقصانات کا پیش آنا یقینی ہو اور بکثرت پیش آتے ہیں وہاں یہ لحاظ نہ ہو بلکہ اس ناجائز کام کی حمایت کیجائے مثلاً تعزیہ داری کہ اسکی بدولت ہندوؤں سے بکثرت لڑائیاں ہوتی ہیں اور بیحساب مالی و جانی نقصان پہونچتا ہے گر وہاں تعزیہ داری کی حمایت کیجاتی ہے۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

ھذا آخر الکلام والحمد للہ رب العلمین وصلے اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہٖ وصحبہٖ اجمعین

کتبہ احقر عباد اللہ محمد عبدالشکور عفاہ مولاہ

۲۰ ذی قعدہ ۶۱ھ

---

سلہ ناظرین یہ اشارہ ہے اشرف السوانح اور حسن العزیز کے مندرجہ بعض واقعات کیطرف ۱۲ حکیم نعمانی

" الداعی لکھنؤ " جلد ۵ نمبر ۵ بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَنْ سَنَّ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئًا۔

اِس ارشادِ نبوی کے پیشِ نظر مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے رسالہ ہٰذا

مُسمّٰی بہ

# کشفُ المُغالطات

مصنفہ محی السُّنۃ، قامع البدعۃ، استاذ الاساتذۃ، عمدۃ الجہابذۃ حضرت مولانا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی، شیخ الحدیث و صدر المدرسین مدرسہ جامع العلوم کانپور

شائع کیا جارہا ہے

جس میں ان مغالطوں کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے جن کو جناب مولوی عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمہ نے اپنے ایجاد کردہ جلوس مدح صحابہؓ کی تائید میں عموماً۔ اور حجۃ اللہ فی الارض حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب عمّ فیوضہم و دام ظلہم العالی کے فتوی کی تردید میں خصوصاً استعمال فرمایا ہے تاکہ جناب مولوی صاحب موصوف اور عامۃ المسلمین ان سے مطلع ہو کر اپنے کو اس سُنّتِ سیّئہ (بدعت) کے وبال سے محفوظ رکھ سکیں۔ مارچ ۱۹۴۳ء

باہتمام

حبیب احمد ابن حاجی غنی احمد صاحب

در مطبع رزاقی کانپور مطبوع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد گزارش ہے کہ ہمیں "الداعی لکھنؤ" کا وہ پرچہ جو کہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ میں شائع ہوا ہے ایک محترم کے ذریعہ سے آخر ماہ محرم ۱۳۶۲ھ میں موصول ہوا اور اس کے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی گئی جو کہ صفحہ ۲۵ سے شروع ہو کر ص ۳۹ پر ختم ہوتا ہے۔ اور جس کا عنوان ہے :

## مدح صحابہ کی مخالفت میں آیتِ قرآنی سے غلط استدلال اور اس کا جواب

ازافادات امام اہل سنت حجۃ الاسلام حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد عبدالشکور صاحب فاروقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی۔ آن محترم کی خواہش کے مطابق مضمون کا بغور مطالعہ کیا گیا۔ مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ مضمون مذکور سرتاپا مغالطوں سے بھرا ہوا ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے مولوی صاحب موصوف نے دانستہ مغالطہ دینے کی کوشش نہیں کی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، بلکہ اس کی خاص وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بفحوائے بغضک الشئ یعمی ویصم شیعوں کا بغض مفرطان کو ادراکِ حقائق علیٰ ما ھی علیہ سے مانع ہوا اور وہ مغالطوں کے استعمال پر مجبور ہوئے حتیٰ کہ ان کو اس کا بھی احساس نہ ہوا کہ ان کی یہ تحریر خود ان کو کس قدر نقصان اور ان کے مخالفوں کو کس قدر فائدہ پہنچا رہی ہے۔ ان واقعات نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم ان مغالطوں کو ظاہر کر کے حقیقت کو واضح کر دیں تاکہ کوئی غلط فہمی سے کسی گمراہی میں مبتلا نہ ہو سکے لیکن اگر کوئی سمجھنا ہی نہ چاہے یا سمجھ کر گمراہی کو اختیار کرے تو اسے اختیار ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد اصلی مقصد شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب جواب "سوال اول[a] از معاملہ اول" کے تحت رقم طراز ہیں۔ "یہ دلیل آیتِ قرآنی سے نہیں لی گئی بلکہ ایک روایت سے لی گئی ہے" اور وہ روایت بھی حدیثِ نبوی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی کا اجتہاد ہے کیونکہ سبب نزول ایک اجتہادی چیز ہے" مولوی صاحب نے ان چند سطروں میں چند مغالطے استعمال کئے ہیں **اول** یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل آیتِ قرآنی سے نہیں لی گئی۔ حالانکہ یہ واقعہ

---

[a] یہ سوال حضرت حکیم الامۃ، حجۃ اللہ فی الارض مولانا اشرف علی تھانوی عم فیضہم کے اس فتوی سے متعلق تھا جس میں آپ نے آیت لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا الخ سے مدح صحابہ رضی کے اس مخصوص طریق کے عدمِ جواز پر استدلال فرمایا ہے جو کہ حامیانِ مدح صحابہ نے شیعوں کی تقلید میں احداث کیا ہے جس کے جواب میں شیعہ تبرا کہتے تھے مولوی عبدالشکور صاحب اس جواب میں اس فتوی کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ کا فتویٰ صفحہ مابعد پر ہے۔

کے خلاف ہے۔ مولوی صاحب نے پڑھا تو ضرور ہوگا۔ مگر ان کو یاد نہیں رہا کہ جب ایک مجتہد کسی آیت کا کوئی محمل متعین کر کے اس سے کوئی حکم ثابت کرتا ہے تو وہ آیت ہی کا مدلول ہوتا ہے، گو ظنی ہی ہو۔ مثلاً جس وقت امام ابوحنیفہؒ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ میں قروء سے حیض سمجھے اور عدت بالحیض کا فتویٰ دیتے ہیں تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ حکم آیت سے ثابت نہیں بلکہ ابوحنیفہؒ کا اجتہاد ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ ابن عباسؓ نے آیت کا ایک خاص محمل متعین کر دیا تو اس سے جو حکم ثابت ہوگا وہ آیت ہی کی طرف منسوب ہوگا اور یہ کہنا سراسر غلط ہوگا کہ یہ حکم کسی آیت سے ثابت نہیں۔ دوم یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ "عبداللہ بن عباسؓ کا اجتہاد ہے" حالانکہ اس کی اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سوم یہ کہ وہ فرماتے ہیں "سبب نزول ایک اجتہادی چیز ہے" حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ سبب نزول ہمیشہ اجتہادی ہوتا ہے اور "فوز الکبیر" کی جو عبارت استدلال میں پیش کی گئی ہے اس میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ اس میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ سببِ نزول ہمیشہ اجتہادی ہوتا ہے۔ مولوی صاحب کا اس سے ایسا سمجھنا ان کی غلط فہمی ہے پس اس موقعہ پر "فوز الکبیر" کی عبارت کو پیش کرنا ایک مستقل مغالطہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ ظن غالب ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ذاتی اجتہاد بھی نہیں

---

# جلوس مدح صحابہؓ

## حکیم الامّت حضرت مولانا تھانوی کا فتویٰ

**سوال** منقول نہیں مگر عنوان جواب سے ظاہر ہے۔

**الجواب**: روی البخاری فی کتاب التفسیر عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا۔ قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عن اصحابک فلا تسمعھم وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود قرآن کا جہر اور وہ بھی جماعت کی نماز میں کہ امام پر واجب ہے اگر سبب بن جائے قرآن کے سب و شتم کا تو ایسے وقت میں اتنے جہر کی ممانعت ہے کہ سب و شتم کرنے والوں کے کانوں میں آواز پہنچ جائے تو مدح صحابہ کا اعلان جو کہ فی نفسہٖ واجب بھی نہیں اگر سبب بن جائے صحابہ کے سب و شتم کا تو ایسے وقت میں اس کا اتنا جہر کہ سب و شتم کرنے والوں کے کانوں میں آواز پہنچ کیسے ممنوع نہ ہوگا۔ (النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۰ھ ص۱۰۹)

بلکہ یہ کسی اور صحابی کا اجتہاد ہے اور ابن عباس نے اس کا اتباع کیا ہے ۔ یہ ایک اور مغالطہ ہے کیونکہ خود یہ بھی ثابت نہ ہو سکا کہ یہ حکم کسی اجتہاد کی بنا پر ہے تو اس کو خود ان کا یا کسی دوسرے صحابی کا اجتہاد کیسے کہا سکتا ہے ۔ ان سب کے بعد ایک سب سے بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں پر اپنے اجتہاد کے اتباع کو واجب قرار دیا جاتا ہے ۔ اور ابن عباسؓ اور دوسرے صحابی کے اجتہاد کو ناقابلِ وقعت قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ان اوراق میں انہوں نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سب ان کا ذاتی اجتہاد ہے ۔ نہ کوئی آیت ہے نہ حدیث مگر باوجود اس کے وہ اس کو مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع سمجھتے ہیں ۔ اور صحابہؓ کے اجتہاد کو ناقابلِ قبول ، بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ بھی ثابت نہیں کہ وہ ان کا اجتہاد ہے ۔ ان مغالطوں کے استعمال کے بعد آپ آیتِ زیرِ بحث سے اپنے مخالف کے استدلال کے ابطال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس دلیل[عہ] کے ناقابلِ تسلیم ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں ۔ اور اس سلسلہ میں آپ آٹھ دلائل بیان فرماتے ہیں جن میں سے پہلی دلیل یہ ہے ۔ " یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد چالیس تک بھی نہ پہنچی تھی اور اب بفضلہ تعالیٰ یہ حالت ضعف کی نہیں ہے " لیکن یہ دلیل بھی سراسر مغالطہ ہے اولاً اس لئے کہ مولوی صاحب نے " وهو مختف بمكة " سے " مختف فی دار ارقم " سمجھا ہے حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں کیونکہ " دار ارقم " میں چھپنے کا مقصود یہ تھا کہ کفار کو معلوم نہ ہو کہ آپ کہاں ہیں اور جبکہ مقصود یہ تھا آپ جہر کر کے کفار کو اپنا پتہ کیونکر بتلا سکتے تھے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معنی بالکل غلط ہیں[عــہ] ۔ اور صحیح معنی یہ ہیں کہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ آپ کی نبوت کا شہرہ نہیں ہوا تھا اور آپ مغلوب تھے اور اس صورت میں یہ ثابت نہ ہو گا کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ ابن عباس پیدا بھی نہ ہوئے تھے ۔ لیکن اگر اس کو مان لیا جائے کہ اختفاء سے اختفاء " فی دار ارقم " ہی مراد ہے ( گو سراسر بے معنی ہے ) تو یہ مسلم ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس تک بھی نہ پہنچی تھی لیکن ان مسلمانوں میں سے ایک ایک مسلمان کی قوتِ ایمانی آج کل کے تمام مسلمانوں کی مجموعی قوتِ ایمانی سے بڑھی ہوئی تھی ثانیاً اس لئے کہ جس کثرت کو مولوی صاحب دلیل قوت قرار دے رہے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کثرت کو سیلاب خس و خاشاک کی کثرت فرما رہے ہیں ۔ چنانچہ حضرت ثوبان کی روایت میں آپ کا یہ ارشاد موجود ہے ۔ بل انتم کثیرون ولکنکم غثاء کغثاء السیل ۔ دیکھو مشکوٰۃ باب " تغیر الناس " ۔ ثالثاً اس لئے کہ گو اس وقت اہل سنت کی تعداد شیعوں سے زیادہ ہے مگر اس رافضیانہ مدح صحابہ کے حامیوں کی تعداد شیعوں کی تعداد سے بہت کم ہے ۔ رابعاً اس لئے کہ مولوی صاحب

---

عہ یعنی حضرت حکیم الامت کی دلیل کے ۔ عــہ یہ ہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے " مختف بمکۃ " کی تفسیر فی اول الاسلام سے کی جو کہ تمام زمانہ قبل الھجرۃ کو شامل ہے اور مختف فی " دار ارقم " سے نہیں کی ۔

کو یہ علم ہے کہ حکومتِ وقت کی قوت شیعوں کے ساتھ ہے اس لئے ان سنیوں کی قوت سے بہت بڑھی ہوئی ہے اور موجودہ مسلمانوں کی کمزوری اُن چالیس مسلمانوں کی کمزوری سے بہت زائد ہے کیوں کہ ان چالیس آدمیوں کو کسی حکومتِ قاہرہ سے ٹکرانا نہیں پڑتا تھا برخلاف موجودہ مسلمانوں کے۔ پس ثابت ہوا کہ اصل استدلال بالکل صحیح ہے۔ اور مولوی صاحب کا جواب سراسر مغالطہ ہے۔ مولوی صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ خود ابن عباس سے اس آیت کا منسوخ ہونا منقول ہے۔ لیکن یہ دلیل اتنی کمزور ہے کہ مدرسہ کا ایک طالب علم بھی اس کی کمزوری کو معلوم کرسکتا ہے۔ کیونکہ کسی حکم کی علت مرتفع ہوجانے سے حکم کا مرتفع ہوجانا اور چیز ہے اور کسی حکم کا منسوخ ہوجانا دوسری شئے۔ "مدینہ" میں حکم باقی نہ رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ حکم منسوخ ہوگیا تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ علت باقی نہ رہی تھی۔ مثلاً آج ایک شخص صاحب نصاب ہے اس لئے اُس پر زکوٰۃ واجب ہے کل کو وہ مفلس ہوگیا اس لئے زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ حکم زکوٰۃ منسوخ ہوگیا تو یہ اس قائل کی سراسر جہالت ہے کیونکہ اگر یہی شخص پھر مالدار ہوجاوے تو حکم زکوٰۃ پھر عود کر آئے گا۔ اور حکم منسوخ عود نہیں کرتا۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب امام اہل سنت اور حجۃ الاسلام ہوکر اتنی معمولی بات سے بھی بے خبر ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دلیل بھی سراسر مغالطہ ہے تیسری دلیل انہوں نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ "حضرت ابن عباس رضؓ سے جو سبب نزول اس آیت کا اس روایت میں منقول ہے اس کے خلاف[*] حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے منقول ہے" وہ فرماتی ہیں لَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ میں صلوٰۃ سے قرأتِ قرآن نہیں بلکہ دعا مراد ہے۔" لیکن یہ دلیل بھی سراسر مغالطہ ہے۔ کیونکہ ہم نہیں سمجھتے کہ حضرت عائشہ رضؓ کی اس تفسیر سے حضرت ابن عباس رضؓ کی تفسیر کس طرح رد ہوگئی۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ "ثلٰثۃ قروء" کی جو تفسیر ابوحنیفہ رحؒ نے کی ہے اس کے خلاف امام شافعی رحؒ سے منقول ہے تو کیا یہ ابوحنیفہ کی تفسیر کے رد کے لئے کافی ہے چوتھی دلیل آپ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ "ابن عباس رضؓ سے جو تفسیر منقول ہے اس کی بنا پر لاینحل مشکلات پیش آتی ہیں" لیکن یہ بھی سراسر مغالطہ ہے کیونکہ جن مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے کیا ابن عباس رضؓ ان سے ناواقف تھے کیا وہ نہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الہجرۃ تبلیغ قرآن کے لئے مأمور تھے اور وہ اس کی بنا پر کفار کو قرآن شریف سناتے تھے۔ جبکہ وہ جانتے تھے اور باوجود جاننے کے وہ یہ تفسیر فرما رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ وہ امر بالتبلیغ اور لَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ میں تعارض نہ سمجھتے تھے پھر اشکال کیا ہے۔ نیز کیا ابن عباس رضؓ اس سے ناواقف

---

[*] اگر حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں "دعا" سے مراد "صلوٰۃ" ہو جب کہ عینی شرح بخاری میں منجملہ دیگر اقوال کے ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے تو اب یہ روایت ابن عباس کی روایت کے خلاف نہ ہوگی اور نہ ابن عباس کی دونوں روایتوں میں اختلاف ہوگا۔

تھے کہ کفار اذان کے ساتھ تمسخر کرتے تھے اور باوجود اس کے اذان کو منع نہیں کیا گیا جبکہ وہ جانتے تھے اور باوجود اس کے بھی یہ تفسیر فرما رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ ان میں بھی تعارض نہ سمجھتے تھے۔ نیز کیا ابن عباسؓ اس سے ناواقف تھے کہ ابوبکر صدیقؓ مکہ میں زور سے قرآن پڑھتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ کفار کے دل میں ایمان گھر کرنے لگا تھا اور وہ بجائے سب و شتم کے اسلام کی طرف مائل ہونے لگے تھے اور یہ بات رؤساء مکہ کو ناگوار تھی اس لئے آپ کو جہر سے روکنا چاہتے تھے اور ابوبکر صدیقؓ اس وجہ سے باز نہ آتے تھے کہ ان کے جہر پر نتیجہ سب و شتم مرتب نہیں ہوتا جو کہ مبنی تھا حکم لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کا بلکہ اس پر یہ ثمرہ مرتب ہوتا ہے کہ اس سے کفار کے دلوں میں ایمان داخل ہوتا ہے جبکہ وہ جانتے تھے اور جان کر یہ تفسیر فرما رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ اپنی تفسیر کو اس واقعہ کے خلاف نہ سمجھتے تھے۔ علیٰ ہٰذا کیا ابن عباسؓ اس سے ناواقف تھے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمان ہو کر کعبہ میں نماز ادا کرنے کا مشورہ دیا تھا جو کہ قبول کر لیا گیا تھا۔ جبکہ وہ جانتے تھے اور باوجود جاننے کے یہ تفسیر فرما رہے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ وہ اپنی تفسیر کو اس واقعہ کے خلاف نہ سمجھتے تھے اور جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر کو ان واقعات کے خلاف نہ سمجھتے تھے۔ تو اگر مولوی صاحب اس کو ان کے خلاف قرار دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ابن عباسؓ کے مقابلہ میں مولوی صاحب کی رائے کو صحیح قرار دے کر ابن عباسؓ کی تفسیر کو غلط قرار دیدیں۔ ہم مولوی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کیا یہ ہی وہ مدح صحابہ ہے جس کی فرضیت پر اس قدر زور دیا جا رہا ہے۔ کیا چودھویں صدی کے ایک معمولی مولوی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے ظنون واوہام کی بنا پر ایک جلیل القدر صحابی کی تفسیر کو غلط قرار دیدے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ حبر الامۃ اور امام التفسیر مانا گیا ہو۔ ہم اس کو شیعوں کے تبرے سے کم نہیں سمجھتے۔ الغرض یہ دلیل متعدد مغالطوں پر مشتمل ہے۔ **پانچویں** دلیل آپ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ "اس قول کی بنا پر لازم آتا ہے کہ تلاوتِ قرآن سب و شتم کا سبب ہو حالانکہ یہ چیز کسی طرح لائقِ تسلیم نہیں"۔ لیکن یہ بھی مولوی صاحب کا ایک مغالطہ ہے کیونکہ ابن عباسؓ کی تفسیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تلاوتِ قرآن سب و شتم کا سبب ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کفار کی خباثت سے تلاوتِ قرآن پر اسی طرح سب و شتم مرتب ہوتی تھی جس طرح آج مدحِ صحابہؓ پر تبرا۔ اور باوجود اس کے بھی جہر کو منع فرما دیا گیا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ نماز میں اس قدر جہر کی ضرورت نہ تھی کہ کفار بھی سنیں اور باوجود عدم ضرورت کے اس پر یہ نتیجہ مرتب ہوتا تھا جس سے خود مسلمانوں کو اذیت ہوتی تھی اور اس کے روکنے پر قدرت نہ تھی تو آپ کو منع کر دیا گیا کہ اتنا جہر نہ کرو جس سے کفار کے کان میں آواز پہنچے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ سب و شتم کریں گے جس سے خود تم کو

تکلیف ہوگی تو بلا فائدہ تکلیف برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے ایسی جبکہ اس رافضیانہ مدحِ صحابہ کی حالت یہ ہے کہ وہ فی نفسہ بدعت ہے اور اس پر مسلمانوں کو گالیاں سننی پڑتی ہیں جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے جس کے روکنے پر ان کو قدرت نہیں ہے تو اس کو روکنے کا کیوں حکم نہ ہوگا چھٹی دلیل آپ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ "خود ابن عباسؓ سے بھی حضرت عائشہؓ کے موافق تفسیر منقول ہے" لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے ان کو کیا فائدہ ہوا۔ اگر ان کا یہ مطلب ہے کہ ابن عباسؓ نے خود اپنی غلطی کا اقرار کر لیا ہے تو یہ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ ان کی دونوں روایتوں میں تعارض ہے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تعارض کے لئے دونوں کی حیثیت برابر ہونا ضروری ہے۔ اور یہ ثابت نہیں کیا گیا۔ ساتویں دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ "مدحِ صحابہ کو نماز پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز کی قرأت کا مقصود تبلیغ نہیں ہے اور مدحِ صحابہ کا مقصود تبلیغ ہے جو کہ بلا جہر کے حاصل نہیں ہوتا" لیکن یہ بھی سراسر مغالطہ ہے کیونکہ اس رافضیانہ مدحِ صحابہ کا مقصود صرف روافض کی تقلید ہے نہ کہ تبلیغ۔ اور اگر بالفرض اس کا مقصد تبلیغ بھی ہو تو وہ تبلیغ خود ناجائز ہے جس میں روافض کی تقلید ہو آٹھویں دلیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ "اگر مان لیا جائے کہ کفار کی سماعت میں تلاوتِ قرآن یا بالفاظِ دیگر تبلیغِ دین کی آپ کو ممانعت کر دی گئی تھی تو پھر کافروں سے کوئی جھگڑا ہی نہیں باقی رہتا" یہ دلیل بھی سراسر مغالطہ ہے کیونکہ یہ کس نے کہا ہے کہ تبلیغِ دین کے لئے کفار کو قرآن سُنانے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ کہا تو یہ گیا ہے کہ نماز میں اتنے زور سے قرآن پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی جس سے قرآن کی آواز کفار کے کانوں میں پہنچے اور وہ مشتعل ہو کر سبّ وشتم کریں اور یہ خود آپ کو بھی تسلیم ہے کہ نماز میں تلاوتِ قرآن تبلیغ کے لئے نہیں ہوتی۔ تو تبلیغ کے لئے قرآن سنانے کی ممانعت نہ ہوئی پھر آپ کی یہ دلیل مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ "ابھی کچھ اور دلائل باقی رہ گئے ہیں جو بخوفِ طوالت ذکر نہیں کئے گئے" لیکن یقین ہے کہ وہ دلائلِ مذکورہ سے بھی زیادہ لچر ہوں گے اگر مولوی صاحب بیان فرماتے تو ہم ان کی سخافت بھی ظاہر کرتے۔

مولوی صاحب موصوف معاملہ اول کے دوسرے سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ مدحِ صحابہ کا اعلان واظہار بھی دین کی تبلیغ ہے اور دین کی تبلیغ کا واجب علی الکفایہ ہونا اظہر من الشمس ہے لیکن مولوی صاحب نے اتنا خیال نہیں فرمایا کہ جب اس واجب علی الکفایہ کو مسلمان تقریروں تحریروں، وعظوں خطبوں اور درس وتدریس کی شکل میں ادا کرتے ہیں تو اس کے لئے ایک نئی بدعت کے احداث کی کیا ضرورت ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ خود شیعوں کی

نقل ہو۔ اور اس سے بجائے تشیع کو نقصان پہنچنے کے اس کو اتنا بڑا فائدہ پہنچا ہو کہ خود امام اہل سنت اور حجۃ الاسلام بھی ان کے رنگ میں رنگے جارہے ہوں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے تعزیہ داری کی بدعت احداث کی جس کو مدحِ حسینؓ کا جلوس کہنا چاہئے مولوی صاحب نے اس میں اتنی ترمیم کر کے کہ بجائے مدح حسینؓ کے مدحِ ابوبکرؓ و عمرؓ رکھدی بجنسہ اس کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ بس یہ بعینہٖ تقلیدِ روافض ہے۔ نہ یہ تبلیغ دین کا کوئی جائز فرد ہے اور نہ اس پر وجوب کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اگر اس قسم کے دلائل سے اس نقل تعزیہ داری کا وجوب ثابت کیا جاسکتا ہے تو اس کی اصل کا وجوب خود بخود ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ مدحِ حسینؓ بھی مدحِ صحابہؓ میں داخل ہے۔ جس کے وجوب پر زور دیا جارہا ہے۔ اب ہم نہیں سمجھتے کہ اس رافضیانہ مدحِ صحابہؓ کا وجوب ثابت فرمانے کے بعد تعزیہ داری یا بالفاظِ دیگر مدح حسین کا عدم جواز کس دلیل سے ثابت فرمادیں گے۔ اگر وہ فرمادیں کہ اس میں دوسرے منکرات شامل ہوگئے ہیں تو اس سے نفسِ تعزیہ داری کی مذمومیت ثابت نہیں ہوتی۔ یہی تو وجہ ہے کہ کسی عالم دین نے حتیٰ کہ خود مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی تبلیغ دین کے لئے یہ صورت اختیار نہ فرمائی ورنہ کون سی وجہ تھی کہ باوجود ان تمام موجبات کے موجود ہونے کے جن کو اس بدعتِ شنیعہ شیعیہ کے وجوب کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس کے وجوب بلکہ جواز کا بھی فتویٰ نہ دیا، اس کے بعد انھوں نے اذان اور ختنہ کا بے محل ذکر کیا ہے۔ حالانکہ ان کو اس بدعت سے کوئی تعلق نہیں وہ یقیناً شعائرِ اسلام ہیں اور یہ بدعت روافض تو اس کو ان سے کیا نسبت۔ اس کے بعد انہوں نے مجدد الف ثانی کا ایک مضمون نقل کیا ہے جو مانحن فیہ سے سراسر بے تعلق ہے اسی طرح انہوں نے "ازالۃ الخفاء" کی ایک غیر متعلق عبارت نقل کر کے صریحًا مغالطہ دہی کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ "راقم السطور کی اس قدر کد و کاوش اور اس قدر اہتمام کی بڑی وجہ یہی ہے" لیکن یہ بھی سراسر مغالطہ ہے۔ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ اس بدعت کے احداث میں نہ حضرت مجدد کے مقلد ہیں اور نہ حضرت شاہ صاحب کے۔ بلکہ وہ سراسر روافض کے مقلد ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر وہ خود اس کا اعتراف کریں گے۔

مولوی صاحب نے معاملہ اول کے تیسرے سوال کے جواب میں انہیں مغالطوں کا اعادہ کیا ہے جن کو وہ پہلے استعمال فرما چکے ہیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے اس بنا پر حضرت عائشہؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت کی بنا پر آیت کو منسوخ ماننا پڑتا ہے اور وہ بھی

---

عــہ یہاں غلطی سے لفظ ثابت لکھا ہے۔

بلا ناسخ اور حضرت عائشہ رضؓ کی روایت کی بنا پر اس کو منسوخ نہیں ماننا پڑتا۔ لیکن یہ بھی سراسر مغالطہ ہے ۔ کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ ابن عباسؓ کی روایت کی بنا پر آیت منسوخ ہی نہیں ہے کہ اس لئے ناسخ کی ضرورت ہو، اور حضرت عائشہؓ کی تفسیر کی بنا پر اس کو آیت اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً سے منسوخ ماننا پڑتا ہے ۔ اس کے علاوہ "دعا" کے معنی اس لئے بھی چسپاں نہیں ہوتے کہ "دعا" میں جہر یا مخافتہ کسی وقت بھی ممنوع نہیں ہوا ۔ اور نہ امتیاز تو سطا کسی وقت مامور بہ ہوا ہے ۔ اور نہ اس کی کوئی وجہ سمجھ میں آتی ہے پھر اس روایت کو ابن عباسؓ کی روایت پر ترجیح دینے کی اس کے سوا کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ روایت ابن عباسؓ ان کی بدعت کو صدمہ پہنچاتی ہے اور حضرت عائشہ رضؓ کی روایت ایسی نہیں ہے ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عائشہؓ کی بے ضرر روایت کو بھی غلط قرار دے کر ایک نئے معنی قرار دیئے ہیں اور اس کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ ایسے معنی ہیں جو کہ آیت سے صاف طور پر ظاہر ہو رہے ہیں ۔ اور ان کے لئے دوسری روایات سے مدد لینے کی ضرورت نہیں لیکن ان کا صاف اور کھلا ہوا ہونا اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ کسی مفسر کا ذہن اس کھلے ہوئے اور صاف معنی کی طرف نہیں گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ آیت کا اسلوبِ بیان اس مطلب کی تائید نہیں کرتا ۔ اس کے علاوہ اس کے ثبوت کی ضرورت کی ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جبکہ پانچ نمازیں فرض ہو چکی تھیں ۔ نیز اس کی وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے پانچوں نمازوں کی دو دن امامت کر کے پانچوں نمازوں کے ادا کرنے کا طریقہ بتلا دیا تھا تو اس حکم کی کیا ضرورت تھی کہ نہ سب نمازوں میں جہر کرو اور نہ سب میں اخفاء بلکہ بعض میں جہر کرو اور بعض میں اخفاء ۔ پھر اگر ضرورت بھی تھی تو اس مطلب کے ادا کرنے کا صاف اور واضح طریقہ یہ تھا کہ یوں فرمایا جاتا ۔ اجهر فی بعض صلواتك وخافت فی بعضها ۔ اس عنوان کی جو قرآن میں اختیار کیا گیا ہے جس سے یہ مدعا صاف طور پر واضح نہیں ہوتا کیا ضرورت تھی ۔ اس کے بعد انھوں نے تفسیر بالرائے کے متعلق بحث کی ہے لیکن انھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ یہ اصول مجتہدین کے لئے ہیں ہر عامی کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل نہیں کیونکہ وہ بیچارہ نہ زبانِ عربی سے کافی واقفیت رکھتا ہے نہ اصولِ دین سے ، تو وہ کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ تاویل زبانِ عرب کے خلاف ہے یا نہیں اور اصولِ دین کے مطابق ہے یا نہیں ۔ اس کے بعد کچھ کچھ اور فضول باتیں لکھی ہیں جن کا جواب گذشتہ مباحث سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ یہاں تک معاملہ اول کی بحث ختم ہوئی اور اس سے معلوم ہوا کہ اس بحث میں مولوی صاحب موصوف کے پاس سوائے مغالطوں کے اور کچھ بھی نہیں ۔ اب ہم معاملہ دوم کی بحث شروع کرتے ہیں ۔

مولوی صاحب موصوف نے معاملہ دوم کے پہلے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے اعلان مدح صحابہ کے لئے شرعی حکم کئی طرح سے ہے اول یہ کہ تبلیغ قرآن مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے۔ فرض کفایہ ہی سہی اور قرآن مجید میں مدح صحابہ بوجہ اتم واکمل موجود ہے۔ لہٰذا ضمناً مدح صحابہ کی تبلیغ کا بھی حکم نکل آیا اور تبلیغ بلا اعلان کے نہیں ہو سکتی لیکن یہ دلیل ہنوز نا تمام ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہونا چاہئے کہ اعلان اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تعزیہ داری کی نقل اور شیعوں کی نقل نہ کی جائے۔

افسوس ہے کہ اہل علم کی یہ حالت ہو گئی کہ اپنی پیدا کی ہوئی بدعتوں کے لئے ہر ممکن تلبیس سے کام لیتے ہیں۔ پھر اس سے جس طرح صحابہ کی مدح کی تبلیغ کا وجوب ثابت ہوتا ہے یوں ہی اُن تمام لوگوں کی مدح کی تبلیغ کا وجوب ثابت ہوتا ہے جن کی قرآن میں مدح کی گئی ہے بلکہ ان لوگوں کی مذمت کی تبلیغ کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے جن کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے لہٰذا ان سب کے لئے جلوس نکالنا چاہئے۔ مثلاً جلوس مذمتِ ابلیس وجلوس مذمتِ فرعون وغیرہ وغیرہ۔ اب دیکھیں مولوی صاحب اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ "دوجس وقت صحابہ کرامؓ کی بدگوئی ہو ان کی طرف سے بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کیجارہی ہو اس وقت علماء پر ان کے فضائل کا اظہار لازم ہے۔ یہ بھی اعلانِ مدح صحابہ کا حکم ہے"۔ لیکن یہ دلیل بھی اس وقت تک تمام نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ مقدمہ اس کے ساتھ نہ لگایا جائے کہ فضائل کا اظہار اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تعزیہ داری کی نقل کر کے روافض کی تقلید نہ کی جائے۔ اس مقدمہ کے لگانے سے مولوی صاحب کی پیدا کی ہوئی بدعت تو ثابت ہو جاوے گی مگر اس سے سلف سے خلف تک کے علماء مجرم قرار پائیں گے کہ انہوں نے شیعوں کے مقابلہ میں صحابہؓ کے فضائل کا اعلان نہیں کیا۔ انھیں علماء میں حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب بھی داخل ہیں گے۔ اب مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ اپنی بدعت کو ثابت کر کے ان حضرات کو مجرم قرار دیں یا اس بدعت سے توبہ کریں۔ اس کے بعد رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ دلیل پہلی دلیل سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ کیونکہ اس میں حق تعالیٰ سے دعاء کا بیان ہے۔ اب اگر اس میں مہاجرین و انصار کے فضائل کا بیان ہے تو حق تعالیٰ کے سامنے ہے نہ مخلوق کے سامنے۔ پھر اعلان کہاں۔ پھر اگر سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ میں ان کے فضائل ومناقب کا بیان ہے تو اغْفِرْ لِاِخْوَانِنَا میں ان کی کمزوریوں کا بھی اعلان ہے تو کیا مولوی صاحب ان کے فضائل کے ساتھ ان کی کمزوریوں کے اعلان کو بھی واجب قرار دیں گے اور وہ بھی اسی جلوس کے ساتھ جس جلوس کے ساتھ ان کے مناقب کا اعلان کیا جاتا ہے

سچ ہے کہ جب کوئی قوم بدعتوں کے احداث کی مرتکب ہوتی ہے تو وہ مجادل بن جاتی ہے۔ مولوی صاحب دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "مدحِ صحابہؓ میں مدحِ رسولؐ ہے" لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ اتنی بات ہے اس بدعت کا ثبوت کیسے ہوا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "محافلِ میلاد کو تو کسی نے ناجائز نہیں کہا۔ جو باتیں ان میں ناجائز کی جاتی ہیں ان کو منع کیا جاتا ہے" اس کی مفصل بحث تو ہم کسی دوسری جگہ کر چکے ہیں لیکن اس جگہ اتنا کہا جاتا ہے کہ اسی طرح یہاں بھی کہا جائیگا کہ نفس مدح صحابہ کو کوئی ناجائز نہیں کہتا۔ اس کے مخصوص طریق کو منع کیا جاتا ہے۔ جو کہ عین بدعت ہے۔

اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ "بیشک اس فقیر نے بار بار اس کا اعلان کیا ہے کہ اگر جلوس مدحِ صحابہ رضؓ سے پابندیاں ہٹ جائیں تو ہم جلوس کے باقی رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے" لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ پابندیاں ہٹ جانے کے بعد اس کے باقی رکھنے کی کیوں ضرورت نہیں۔ کیا پابندیاں ہٹ جانے سے وہ دلائل معدوم ہو جائیں گے جن کی بنا پر یہ جلوس ایجاد کیا گیا ہے اور پابندیاں نہ ہٹنے کی صورت میں اس کا باقی رکھنا کیوں ضروری ہے۔ اگر یہ جلوس بدعت ہے تو پھر پابندیاں عائد کرنے والوں کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے بجبر تم سے اس بدعت کو چھڑایا۔ اور اگر یہ واجب ہے تو پھر پابندیاں ہٹیں یا نہ ہٹیں اس کو باقی رکھنا چاہیئے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "ان سب چیزوں کا علاج جماعتی قوت سے ہو سکتا تھا مگر افسوس کہ جماعتی قوت مدح صحابہ کی مخالفت کرنے والے پیدا ہی نہیں ہونے دیتے" اس کے جواب میں عرض ہے کہ جب یہ معلوم ہے کہ ہم میں قوت نہیں اور نہ ہو سکتی ہے اور اس کا علاج بغیر جماعتی قوت کے ہو نہیں ہو سکتا تو اس بدعت کی حمایت کر کے تبرا سننے کی کیا ضرورت ہے۔ اس مضمون کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ "گالیاں بکنے والے گالیوں پر متفق ہو سکتے ہیں مگر ہم تعریف پر متفق نہ ہو سکے" ہمارے نزدیک یہ شکایت سراسر بیجا ہے کیونکہ مسلمان بحمداللہ نفس تعریف صحابہؓ پر متفق ہیں۔ اختلاف اگر ہے تو اس کے مخصوص طریق میں ہے۔ جو لوگ اس کو واجب کہتے ہیں وہ اس پر متفق ہیں۔ اور جو اسے بدعت قرار دیتے ہیں وہ اس سے کنارہ کش ہیں۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح گالیاں بکنے والے باطل پر متفق ہیں ہم بھی ان کی طرح باطل پر متفق ہو جائیں۔

یہاں تک معاملہ دوم کی بحث ختم ہو چکی اور ظاہر ہو گیا کہ اس بحث میں بھی مولوی صاحب

کے پاس سوائے مغالطوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ اب تیسرے معاملہ کی بحث شروع ہوتی ہے۔

اس معاملے پہلے سوال کے جواب میں دو حدیثوں کی تخریج کی ہے۔ اُن کے متعلق ہم بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ "سنیوں کو بہکانے اور صحابہ کرامؓ سے بدظن کرنے کے لئے چونکہ جلوس کی شکل میں تبلیغ کی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا کما حقہ ازالہ بھی جلوس ہی کی شکل میں ہو سکتا ہے، جلوس کی شکل میں جتنی تبلیغ ہو سکتی ہے وعظ کی محفلوں اور رسالوں سے اس کے عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتی۔" اس میں صاف اقرار ہے کہ یہ جلوس شیعوں سے ماخوذ ہے۔ اب بحث یہ ہے کہ شیعہ چونکہ اہل باطل ہیں اور باطل ہی کی تبلیغ کرتے ہیں اس لئے ان کو اس کی پرواہ نہیں کہ جو طریقہ وہ اختیار کر رہے ہیں وہ جائز ہے یا ناجائز۔ اب اگر وہ اپنے باطل کی ترویج کے لئے کوئی بدعت ایجاد کریں تو کیا ہم کو بھی اس بدعت کی تقلید کرنی چاہیئے۔ شیعہ صرف جلوس ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں دوسرے منکرات کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اور ان منکرات کو بھی اس ترویج میں دخل ہے تو کیا آپ بھی ان منکرات کو داخل فرماویں گے۔ اگر نہیں تو پھر اس منکر کو اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ تبلیغ کے لئے ہزاروں انبیاءؑ آتے جو براہِ راست حق تعالیٰ سے علم حاصل کرتے تھے مگر حق تعالیٰ نے اپنے کسی نبی کو تبلیغ کا یہ مؤثر طریق تعلیم نہیں فرمایا۔ انبیاءؑ کے بعد ان کے جانشینوں نے بھی اپنی عقل و فہم سے یہ مؤثر طریق ایجاد نہیں کیا۔ ایسی حالت میں ہم نہیں سمجھتے کہ اگر اس طریق میں کوئی خرابی نہ تھی اور دوسرے طریقوں سے اس کی عشر عشیر بھی تبلیغ نہ ہو سکتی تھی تو کیا وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے اس طریق کو مخفی رکھا اور ان کے جانشینوں کو بھی اس کے سمجھنے کی توفیق نہ بخشی حتیٰ کہ شیطان نے شیعوں کو یہ تدبیر سُجھائی اور حضرت امام اہلسنت و حجۃ الاسلام نے ان سے یہ طریق سیکھا۔ اس سے زیادہ اس طریق کی خوبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ "جلوس مدح صحابہ کی مزاحمت ہو رہی ہے اس لئے اس پر اصرار

کیا جارہا ہے"۔ اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔ اس کے بعد فرمایا گیا ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ "مدح صحابہ کے جلوس نے لکھنؤ کے قرب و جوار میں سُنّیوں سے تعزیہ داری ترک کرادی۔ لیکن اول تو یہ ہی غلط ہے کہ سُنّیوں نے تعزیہ داری ترک کردی ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جلوس کی بدولت جو پہلے تعزیہ داری نہ کرتے تھے اب وہ بھی تعزیہ داری کرنے لگے۔ مثلاً جناب مولوی عبدالشکور صاحب پہلے تعزیہ داری نہ کرتے تھے اب وہ بھی تعزیہ دار بن گئے۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے امام حسینؓ کے تعزیے اٹھتے تھے اب ابوبکرؓ وعمرؓ کے اٹھنے لگے۔ تو تعزیہ داری متروک نہ ہوئی۔ بلکہ اس میں اضافہ ہوگیا۔ پھر ہم نہیں سمجھتے کہ جب تعزیہ داری کی اصل حقیقت مدح حسینؓ والصحابہ ہے تو وہ بھی مدح صحابہ کا ایک فرد تھی تو اس کا چھڑا دینا کون سی قابلِ تعریف بات ہوئی جس پر مولوی صاحب فخر فرما رہے ہیں۔ بلکہ اپنے اصول پر تو وہ ایک واجب کے ترک کرانے سے گنہگار ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ "تعزیہ داری کی مضرت فساد عمل تک محدود نہ تھی بلکہ عقائد تک اس کا اثر پہنچ رہا تھا۔ بہت سی چیزیں اس میں شرک کی حد تک پہنچتی تھیں"۔ لیکن معلوم ہے کہ اول دن سے یہ خرابیاں اس میں نہ تھیں۔ بلکہ رفتہ رفتہ پیدا ہوئی تھیں۔ اسی طرح اگر آپ کی تعزیہ داری کو بھی وہ مقبولیت حاصل ہو جائے جو اس کو ہوئی ہے تو کیا آپ کی تعزیہ داری میں وہ خرابیاں پیدا نہ ہوں گی۔

آگے فرماتے ہیں کہ اسی "تعزیہ داری کی بدولت بکثرت سُنّی شیعہ ہو چکے تھے اور جو بچ گئے تھے وہ بھی دراصل نیم شیعہ تھے"۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ مولوی صاحب کی سطحی نظر کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ تعزیہ داری شیوع تشیع میں معین ضرور ہوئی۔ لیکن وہ تنہا اس کی علت نہیں۔ کیونکہ جو لوگ تعزیہ داری سے بچے ہوئے ہیں بلکہ اس کو بُرا سمجھتے ہیں وہ بھی تشیع کے جراثیم سے محفوظ نہیں ہیں۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ خود امام اہل سنت وحجۃ الاسلام بھی اس سے محفوظ نہیں تو غالباً خلاف واقع نہ ہوگا اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ تعزیہ داری ہی شیوع تشیع کا واحد ذریعہ ہے اور جو شخص اس سے تائب ہو جاتا ہے وہ خالص سُنّی ہو جاتا ہے۔ بلکہ شیوعِ تشیع کے اصلی اسباب اور ہی ہیں جن تک ہمارے مولوی صاحب کی نظر نہیں پہنچی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں "ہاں اگر جلوس یعنی کسی چیز کی تبلیغ مجمع کے ساتھ راستوں اور سڑکوں پر گشت لگا کر کرنا شرعاً ممنوع ہو تو بیشک ہم کسی فائدہ کے لئے کوئی ممنوع طریقہ اختیار نہیں کر سکتے لیکن اس کا شرعاً ممنوع ہونا کیا معنے اس کے نظائر البتہ شریعت میں موجود ہیں، مثلاً تکبیر تشریق" الخ تکبیرات تشریق کو اس رافضیانہ جلوس کی نظیر بتانا۔ مولوی صاحب کا کس قدر عجیب اجتہاد ہے ان ہی اجتہادوں کا سدباب کرنے کے لئے فقہاء نے وجوب تقلید کا فتویٰ دیا تھا مگر افسوس ہے کہ ان فقہاء کے ماننے والوں نے زبان سے اسکے وجوب کا اقرار کیا اور عمل سے اس کی منکرین تقلید سے زیادہ مخالفت کی چنانچہ جس قدر بدعات اسلام میں پیدا ہوئیں۔ اُن میں زیادہ تر وہ بدعات ہیں جو تقلید کے ماننے والوں کے غلط اجتہادوں کا نتیجہ ہیں۔ مولوی صاحب نے کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ عید الضحٰے کے موقع پر جہر بالتکبیر کوئی قیاسی چیز نہیں ہے بلکہ وہ ایک تعبدی حکم ہے۔ اس لئے اس کو اُسی حد پر رکھا جاتا ہے جس پر اس کو شارع نے رکھا ہے۔ اس کو اس کی حد سے بڑھانا بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کیا جائے بالخصوص اس رافضیانہ جلوس کو۔ مثلاً اگر عید الفطر یا جمعہ میں جہر بالتکبیر کیا جاوے تو یقیناً اس کو بدعت کہا جاویگا۔ پس جبکہ وہ دوسری تکبیروں کے لئے بھی مقیس علیہ نہیں بن سکتی تو اس رافضیانہ جلوس کے لئے اسکو مقیس علیہ بنانا کب جائز ہوگا قطع نظر اس سے تکبیرات تشریق عین ذکر اللہ ہیں اور ان میں کوئی تبلیغی حیثیت نہیں ہے اور نہ ان میں جلوس کی شان ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی صاحب نے انکو کسطرح اپنی اس بدعت کے لئے مقیس علیہ بنایا ہے۔ کسقدر عجیب بات ہے کہ حضرت مولانا مدظلہٗ زیر بحث اعلان مدح صحابہ کو جہر بالقراۃ پر قیاس کرتے ہیں تو مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز میں قراۃ تبلیغ کے لئے نہیں ہوتی اور مدح صحابہ تبلیغ کے لئے ہوتی ہے اس میں اعلان ضروری ہے۔ لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو ایک ایسی چیز کو مقیس علیہ بنایا جاتا ہے جس میں مقیس علیہ بننے کی صلاحیت نہیں کیونکہ وہ ایک تعبدی حکم ہے۔ اور اگر اسکو قیاسی مانا جائے تب وہ اسی دلیل سے مقیس علیہ نہیں بن سکتا جس دلیل سے آپ نے جہر بالقراۃ فی الصلوٰۃ کے مقیس علیہ بننے کا انکار فرمایا ہے۔ پھر اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تب بھی اسکو اس لئے مقیس علیہ نہیں بنایا جا سکتا کہ یہ اعلان جلوس

کی شکل میں ہوتا ہے۔ اور تکبیرات تشریق کسی جلوس کی شکل میں نہیں ہوتیں۔ الغرض یہ قیاس تین وجوہ سے باطل ہے۔ لیکن مولوی صاحب کو ایک صحیح قیاس کا بطلان نظر آتا ہے۔ مگر ایک سراسر باطل قیاس کا بطلان نظر نہیں آتا تیسرے سوال کے جواب میں بھی مغالطہ سے کام لیا ہے۔ کہ اس رافضیانہ بدعت کو ایک دین کا کام قرار دیا ہے۔ حالانکہ تعزیہ داری کی طرح یہ بھی ایک بدعت سیئہ ہے۔ اور تعزیہ داری کے لئے جانی و مالی نقصان وہی گوارا کرتے ہیں، جو اس کو اپنی جہالت سے اسلام کا ایک عظیم الشان شعار قرار دیتے ہیں۔ جس طرح مولوی صاحب اپنی تعزیہ داری کو اسلام کی ایک بڑی خدمت سمجھ رہے ہیں۔ لیکن جو لوگ دونوں کو بدعتِ سیئہ کہتے ہیں وہ دونوں کیلئے جانی و مالی نقصان گوارا کرنے کو خسران دنیا و آخرت سمجھتے ہیں۔ اگر مولوی صاحب کا اشارہ کسی خاص طرف ہے تو وہ اسکو صفائی کے ساتھ ظاہر فرما دیں تاکہ اس پر غور کیا جا سکے۔

آخر میں ہم مولوی صاحب سے درخواست کریں گے کہ وہ اس بحث میں جذبات کی پیروی نہ کریں بلکہ علم و عقل و دین کو رہبر بنائیں۔

جن جذبات کے ماتحت وہ کام کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان میں ہم ان سے کچھ پیچھے نہیں ہیں بلکہ کچھ آگے ہی ہونگے۔ لیکن ہم اسکو کسی حال میں بھی پسند نہیں کرتے کہ برائے شگون کے لئے اپنی ناک کٹائیں۔

مولوی صاحب کے بیانات اور انکی جدوجہد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتک تبلیغ کا صحیح مفہوم بھی نہیں سمجھے اس لئے ہم اُن سے درخواست کریں گے کہ وہ تبلیغ کا صحیح مفہوم قرآن سے سمجھیں۔ اگر وہ اس کو سمجھ جائیں گے تو امید ہے کہ راستہ بہت کچھ صاف ہو جائے گا۔ اور مشکلات بہت کچھ حل ہو جائیں گی۔

هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب

آخر میں ہم اپنے محترم جناب مولوی عبد الشکور صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس تحریر کو مخلصانہ خیال فرما دیں اور یہ سمجھیں کہ جس جذبہ نے اُنکو حضرت مجدد الملۃ والدین حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے فتوے کی تردید پر آمادہ کیا ہے وہ ہی جذبہ ہمکو آپکی تردید پر مجبور کر رہا ہے۔ اسلئے ہم ان سے درخواست

کرتے ہیں کہ وہ ہماری تحریر کو بنظرِ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اور اگر وہ اُن کے نزدیک بھی صحیح ہو تو اس کو قبول فرمائیں۔

سنیوں کو سنی بنانے اور ان سے تعزیہ داری چھڑانے کا جو طریق انہوں نے اختیار فرمایا ہے ہمارے نزدیک وہ طریق بالکل صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کا صحیح طریق یہ ہے کہ اُنکے دماغوں سے شیعیانہ خیالات نکالنے کی کوشش کیجائے۔ جو انہوں نے سنیونکے دماغوں میں مختلف چالاکیوں سے ٹھونس دیے ہیں اور جن سے صرف عوام ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے اکابر بھی محفوظ نہیں ہیں۔ آپ نے مذہب شیعہ کے ابطال کی بیحد کوشش کی۔ حق تعالیٰ آپکو اسکی جزاء خیر دے۔ لیکن جہانتک ہمیں علم ہے آپ نے خود سنیونکے دماغونسے رافضیانہ خیالات کے نکالنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ زیادہ ضرورت اسکی تھی۔ اب بھی اگر آپ اسطرف توجہ فرمائیں تو یہ دین کی سب سے بڑی خدمت ہوگی اور ہم یہ بتلائے دیتے ہیں کہ یہ مقصد نہ مذہب شیعہ کے ابطال سے حاصل ہو سکتا ہے نہ مدح صحابہ کے جلوسوں سے بلکہ اس کے لئے علیحدہ کوشش کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو لوگ مذہب تشیع کو یقینا باطل جانتے ہیں اور جو لوگ مدح صحابہ کے حامی ہیں ان میں بھی بہت بڑی تعداد ایسے لوگونکی نکلے گی جو ان خیالات میں مبتلا ہونگے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ خود ان خیالات کو رافضیانہ خیالات سمجھتے ہی نہیں۔ بلکہ وہ انکو عین تسنن سمجھتے ہیں۔ پھر مذکورہ بالا طریقوں سے انکی اصلاح کیونکر ممکن ہے۔

نیز ہم اخبار مدینہ بجنور اور "الداعی لکھنؤ" سے درخواست کرتے ہیں کہ جسطرح انہوں نے مولوی عبدالشکور صاحب کے خیالات کو مسلمانوں تک پہونچایا ہے یوں ہی وہ ہماری معروضات کو بھی ان تک پہنچا دیں۔ تاکہ وہ دونوں کو پیش نظر رکھ کر کوئی صحیح فیصلہ کر سکیں۔ ورنہ ہمیں ان سے وہ ہی شکایت ہوگی جو اسلم صاحب کو عبدالماجد صاحب دریابادی سے ہے۔ کہ انہوں نے حضرت مولانا کا فتویٰ تو شائع کر دیا۔ اور مولوی عبدالشکور صاحب کا جواب شائع نہیں کیا۔ والسلام۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

کہ اسی آیت کریمہ کے ماتحت مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کیلئے یہ رسالہ

موسومہ

# اشرف الہدایات

# لصاحب المغالطات

از

فادات جامع الکمالات حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب مدرس اول و ناظم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ صوبہ بہار
دامت برکاتہم و عمت افاداتہم

**بجواب**

سالہ مغالطات جو مدح صحابہ کی مخالفت اور مخالفین مدح صحابہ کی حمایت میں "کانپور" سے شائع ہوا رسالہ
الطات کی حسب ذیل کارروائیاں اس رسالہ میں خوب نمایاں کیگئی ہیں (۱) کلیات کا تراشنا (۲) لفظوں کے
نی گڑھنا (۳) کتابوں کے غلط حوالے دینا (۴) کثیر الوجود باتوں کا انکار کرجانا (۵) صحابہ کرام کی توہین
قرآن میں بتانا وغیرہ وغیرہ

حسب فرمائش جناب مصنف ممدوح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد اس احقر نے رسالہ "کشف المغالطات" جو ابھی حال ہی میں ایک صاحب نے "کانپور" سے شائع کیا ہے بہت غور سے بالاستیعاب دیکھا، دیکھ کر افسوس ہوا کہ اب مسلمانوں کی یہ حالت ہوگئی کہ کسی شعبہ میں ان کی فراست باقی نہیں رہی، بلکہ اکثر لوگوں نے نفسانی جذبات کے ماتحت یا ذاتی مفاد کی بنا پر حق پوشی اور باطل فروشی کو اپنا پیشہ بنالیا ہے اور چاہتے ہیں کہ طوفانِ بے تمیزی برپا کر کے حق کی آواز بلند نہ ہونے دیں، اس پر طرہ یہ کہ اپنی ان کارروائیوں پر قوم سے خراج تحسین و آفرین پانے کے امیدوار رہتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

رسالہ مذکورہ ہمارے صوبہ "بہار" میں بہت آیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ "یوپی" میں جہاں کہ اس کی ضرورت سمجھی گئی ہے کس قدر تقسیم کیا گیا ہوگا، "مال مفت دل بے رحم"۔ جہاں تک اس احقر کو علم ہے اہل علم کے کسی طبقہ میں یہ رسالہ اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا، البتہ شیعوں میں اس کا خوب خیر مقدم ہوا اور بہت خوشیاں منائی گئیں، اور اس کو چھپوا کر تقسیم کیا گیا، ممکن ہے کہ حکومت نے بھی اس کی قدر کی ہو کیونکہ یہ خدمت حکومت کے عین منشا کے مطابق ظہور میں آئی ہے، اس رسالہ کے بعض فقرات سے اس کا ترشح بھی ہو رہا ہے مثلاً ص۵ میں فرماتے ہیں کہ "حکومتِ وقت کی قوت شیعوں کے ساتھ ہے" اور ص۱۱ میں فرماتے ہیں "(مدح صحابہ) پر پابندیاں عائد کرنے والوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انھوں نے بجبر تم[ا] سے اس بدعت کو چھڑایا ہے۔

اس رسالہ شریفہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ مدحِ صحابہ کی مقدس تحریک جو ۱۹۰۷ء سے "لکھنؤ" میں جاری ہے، جس کو اب چھتیس سال ہو گئے اور جس کے لئے مسلمانوں نے بڑی بڑی قربانیاں پیش کی ہیں جانی بھی اور مالی بھی (اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے) اس تحریک کی مخالفت میں کچھ لوگوں نے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے ان کے سابقہ[ب] فتووں کے خلاف رسالہ "النور" میں ایک فتویٰ

---

[ا] اس لفظ کی تہذیب پر لوگ شاکی نہ ہوں۔ اس رسالہ میں جس طرح سے خلافِ تہذیب رکیک الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے مقابلہ میں یہ لفظ کچھ نہیں ہے۔

[ب] ۱۹۰۹ء میں مدح صحابہ کے متعلق "ہندوستان" کے نامور علماء سے فتوے حاصل کئے گئے تھے اور ان کو طبع کرا کر ملک میں تقسیم کیا گیا تھا اور پھر ۱۹۳۷ء میں "ایلسپ کمیٹی" کے انعقاد کے موقع پر کچھ اور جدید فتوے حاصل کئے گئے، اور قدیم و جدید دونوں فتووں کو یکجا کر کے مجموعہ فتاویٰ "مدح صحابہ" کے نام سے پھر طبع کر کے تقسیم کیا گیا۔

اسی مجموعہ فتاویٰ کے ص۱ پر مولانا اشرف علی صاحب کا فتویٰ موجود ہے جس کی عبارت بلفظہ حسب ذیل ہے۔

"احقر اشرف علی تھانوی نے ان جوابات و تصحیحات کو دیکھا بالکل حق ہے۔ عزیزم مولوی ظفر احمد سلمہ نے جو اضافہ ذکر حضرت علی کا اپنی تصحیح میں مشورہ دیا ہے میرے نزدیک بھی بہت ضروری ہے اور واقعہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایسا ہی ہوتا بھی ہے حق تعالیٰ جزائے خیر دے اس ذکر مقدس کے اہتمام اور اس کی مشروعیت کے اظہار میں سعی کرنے والے کو۔ اور اس کے ساتھ ایک مشورہ احقر بھی عرض کرتا ہے کہ مناسب ہے، کہ کوئی مجلس اس ذکر کے لئے منعقد نہ کی جائے ورنہ خدشہ ہے کہ چند روز میں اس مجلس کا حال بھی محفل میلاد کا سا نہ ہو جائے اور مواعظ کے ساتھ یہ ذکر بھی ہو جایا کرے والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ فقط ۲۴ شوال المکرم ۱۳۳۱ھ

[ج] ۴۲ سال

شائع کرا دیا جس میں مدح صحابہ کے اعلان وجہر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، اس جدید فتوی[1] کو یارانِ شاطر نے بار بار اچھالا اور ایسا اچھالا کہ بایدو شاید، "گونڈا" میں کوئی صاحب جناب حکیم عبدالباری صاحب انصاری ہیں انہوں نے پورے ایک سال کے بعد جبکہ اس جدید فتوی کا چرچا عام طور پر ہونے لگا، اس کے متعلق ایک استفتاء حضرت امام اہلسنت مولانا الحاج محی الدین محمد عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی کی خدمت میں بھیجا۔ استفتاء میں نہ مولانا اشرف علی صاحب کا نام ہے نہ "النور" کا۔ اس استفتاء کا جواب حضرت ممدوح نے ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ میں زیب رقم فرمایا جو ایک مستقل رسالہ کی شکل میں ہے۔ اس فتوے کے جواب میں یہ رسالہ "کشف المغالطات" لکھا گیا ہے۔ رسالہ کے آخری صفحہ یعنی ص۱۶ پر اس بات کا اقرار بھی کیا ہے کہ یہ رسالہ انہوں نے ایک جذبہ کے ماتحت لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انصاف وتحقیق کے لئے نہیں بلکہ کسی جذبہ میں مغلوب ہو کر اس رسالہ کی تالیف عمل میں آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب وشتم اور بازاری رکیک الفاظ جن کا استعمال اہل علم کے لئے عار وننگ ہے اس رسالہ کے نمایاں خصوصیات سے ہیں۔ رسالہ کے نام ہی سے تہذیب کا مظاہرہ شروع ہو گیا ہے اگرچہ اس احقر کی رائے میں نام بہت صحیح ہے اور رسالہ اسم بامسمّٰی ہے، مولف نے اپنی روش کو اس رسالہ کے ذریعہ سے خوب منکشف کیا ہے۔

بہرکیف جو شخص کچھ بھی علم اور فہم رکھتا ہو، وہ حضرت امام اہل سنت کے فتوے کے بعد اس رسالہ کو دیکھ کر اظہارِ نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، کہاں وہ علم وتحقیق کا شاہکار متانت اور تہذیب سے آراستہ فتوی اور کہاں یہ سوقیانہ غیر مہذب علم سے بیگانہ تحریر۔ این الظلمة من النور واین الظل من الحرور۔ اس رسالہ کے جواب میں خاموش رہنا کچھ نامناسب نہ تھا، مگر بعض احباب کے اصرار سے ایک تنقیدی تبصرہ پیش کرتا ہوں، جس کا مقصود سوا نصرت حق کے کچھ نہیں ہے۔ چند لطائف اس رسالہ کے حوالہ قلم کئے جاتے ہیں جن سے انشاء اللہ پورے رسالہ کی حالت کما ینبغی ظاہر ہو جائے گی ومن اللہ التوفیق۔

**پہلا لطیفہ**: (النور پر قدح) "النور" میں مطلقاً مدح صحابہ کے اعلان وجہر کو ممنوع قرار دیا گیا تھا کوئی تخصیص[2] جلوس کی نہ تھی اور جناب حکیم انصاری صاحب نے بھی استفتاء میں معاملۂ اول کے تینوں سوالوں میں جلوس کی تخصیص نہیں کی، بلکہ مطلقاً اعلان وجہر کے متعلق دریافت کیا ہے، حضرت امام اہلسنت نے بھی اپنے فتوے میں معاملۂ اول کے تینوں جوابوں میں جلوس کا ذکر نہیں فرمایا، مگر "مغالطات" والے صاحب اپنے رسالہ میں

---

[1] یہ جدید فتوی "النور" مورخہ جمادی الاخری ۱۳۶۰ھ ص۱۰۹ بعبارتِ ذیل ہے: روی "البخاری" فی کتاب التفسیر بسندہ عن ابن عباس فی قولہ تعالی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قال نزلت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختفٍ بمکة کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء بہ فقال اللہ تعالی لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ ای بقراءتک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عن اصحابک فلا تسمعهم وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود قرآن کا جہر اور وہ بھی جماعت کی نماز میں کہ امام پر واجب ہے، اگر سبب بن جائے قرآن کے سب وشتم کا تو ایسے وقت میں اتنے جہر کی ممانعت ہے کہ سب وشتم کرنے والوں کے کانوں میں آواز پہنچ جائے تو مدح صحابہ کا اعلان جو کہ فی نفسہ واجب بھی نہیں اگر سبب بن جائے صحابہ کے سب وشتم کا تو ایسے وقت میں اس کا اتنا جہر کہ سب وشتم کرنے والوں کے کانوں میں آواز پہنچے کیسے ممنوع نہ ہوگا۔ انتہی

[2] بلکہ غور سے دیکھا جائے تو "النور" میں غیر جلوس کی تخصیص ہے کیونکہ نماز پر قیاس کیا گیا جلوس کے ساتھ نہیں ہوتی۔

شروع سے آخر تک جلوس[1] ہی کے ساتھ اپنی دُرفشانیوں کو مخصوص رکھا ہے، اب نہیں معلوم کہ وہ "النور" کے مضمون کو لائقِ اصلاح قرار دیتے ہیں یا اعلان وجہر کو جلوس میں منحصر سمجھتے ہیں، بہرصورت یہ کارروائی ان کی ہے بہت لطیف۔

---

[1] اس رسالہ میں جلوس جلوس کی جو رٹ لگائی گئی ہے اور اس سلسلہ میں بار بار یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جو کچھ اختلاف ہے وہ تحریکِ مدحِ صحابہ کی صرف ایک چیز یعنی جلوس سے ہے مثلاً ص۸ میں فرماتے ہیں "جب اِس واجب علی الکفایہ (یعنی اعلان مدحِ صحابہ) کو مسلمان تقریروں تحریروں، وعظوں، خطبوں اور درس وتدریس کی شکل میں ادا کر رہے ہیں تو اس کے لئے نئی بدعت کے احداث کی کیا ضرورت" اور ص۱۲ میں فرماتے ہیں: "مسلمان بحمد اللہ نفس تعریفِ صحابہ پر متفق ہیں اختلاف اگر ہے تو اس کے مخصوص طریق میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اُن کے خیال میں نفس مدح صحابہ پر نہ شیعوں کی طرف سے کوئی مزاحمت ہے، نہ حکومت کی طرف سے کسی قسم کی بندش، اور یہ کہ "لکھنؤ" کے مسلمانوں کو جن میں نئے اور پُرانے ہر قسم کے تعلیم یافتہ لوگ بھی ہیں جنون ہوگیا ہے کہ خواہ مخواہ جلوس کی بدعت نکال کر اپنے کو ہر قسم کے مصائب میں مبتلا کر رہے ہیں۔

لہٰذا اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس قسم کے خیالات یا تو واقعات سے بیخبری کا نتیجہ ہیں یا چشم پوشی کا۔
کارکنانِ مدحِ صحابہ کی طرف سے بار بار تقریروں اور تحریروں میں اعلان ہو چکا ہے کہ مقصودِ اصلی ہمارا جلوس نہیں ہے۔ مقصودِ اصلی نفس مدح صحابہ سے پابندیوں کا ہٹانا ہے، جلوس پر چونکہ حکومت نے بہت دنوں سے پابندیاں لگا دی تھیں، لہٰذا اس کے متعلق صرف اس قدر مطالبہ تھا کہ حکومت اس امر کا اعلان کر دے اور ہم کو اطمینان دلا دے، کہ دوسری اقوام کو جلوس نکالنے کی اجازت جن قانونی شرائط کے ساتھ دی جاتی ہے سنّیوں کے لئے اُن سے زائد کوئی شرط نہ ہوگی ان شرائط کی پابندی کے ساتھ سنی جب چاہیں جلوس نکال سکتے ہیں، اصلی مطالبہ محافل ومجالسِ وعظ کی آزادی کا تھا۔

اب تک جو شیعوں کی طرف سے مزاحمت ہوئی اور ہو رہی ہے اور بقول آپ کے حکومتِ وقت کی قوت ان کا ساتھ دے رہی ہے وہ نفس مدح صحابہ کے متعلق ہے نہ جلوس کے۔ چند واقعات بطور مثال کے ملاحظہ ہوں۔

(۱) ۳۸ء میں جو حضرت امام اہلسنت اور ظفر الملک صاحب وغیرہ کی گرفتاری ہوئی اور ان کو ایک ایک سال قید کی سزا دی گئی یہ ایک اشتہار کی بنیاد پر تھی جس میں ایک محفلِ وعظ کا اعلان تھا اور یہ کہ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان ہوں گے۔ اس کا کوئی تعلق جلوس سے نہ تھا نہ اس وقت تک جلوس ملا تھا (۲) ابو طالب نقوی صاحب شیعہ سٹی مجسٹریٹ "لکھنؤ" کے عہد میں مسجدوں سے مکانوں کے اندر سے لوگ مدح صحابہ پڑھنے کے جرم میں گرفتار ہوئے اور ان کو سزائیں ملیں، اس کا کوئی تعلق جلوس سے نہ تھا (۳) "لکھنؤ" میں کئی سال سے جلوسِ محمدی نکل رہا تھا، نہ شیعوں نے مزاحمت کی نہ حکومت نے روکا، لیکن ایک سال اُس میں کسی نے مدحِ صحابہ کے چند اشعار پڑھ دیئے، اس سال سے وہ جلوس روک دیا گیا، یہ نفس مدح صحابہ پر بندش نہیں تو کیا ہے؟ (۴) آج محفلوں میں مدح صحابہ پڑھی جاتی ہے تو حکومت کی طرف سے سخت روک ٹوک ہوتی ہے، اگرچہ وہ محفل میلاد شریف ہی کے نام سے کیوں نہ ہو۔ اسی سال کا واقعہ محلہ "بھدالیوں" کا اس کا شاہد ہے (۵) آج جس کا جی چاہے جلوس نکالے جلسے کرے مگر صحابہ کرام کا نام نہ آنے پائے کوئی روک نہیں، نتیجہ یہ ہے کہ محتاط واعظین "لکھنؤ" میں تقریر کرتے وقت اس بات کا پورا لحاظ رکھتے ہیں کہ اثنائے تقریر میں کہیں صحابہ کرام کا نام نہ آنے پائے
(۶) اسی سال کا واقعہ ہے دہلی آل انڈیا ریڈیو سے اعلان ہوا کہ فلاں تاریخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت نشر کی جائے گی

**دوسرا لطیفہ:** جو کئی لطائف پر مشتمل ہے یہ ہے کہ حضرت امام اہلسنت نے اپنے فتوے میں لکھا تھا کہ مدح صحابہ کے اعلان و جہر کے ممنوعیت کی دلیل آیتِ قرآنی سے نہیں لی گئی بلکہ ایک روایت سے لی گئی ہے اور وہ روایت بھی حدیثِ نبوی نہیں بلکہ کسی صحابی کا اجتہاد ہے کیونکہ سبب نزول ایک اجتہادی چیز ہے۔

"مغالطات" والے صاحب اس کے جواب میں بڑے زور کے ساتھ اصرار کر رہے ہیں کہ فرود یہ دلیل آیت ہی سے لی گئی ہے اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ص۳ پر فرماتے ہیں کہ:

"مجتہد جب کسی آیت کا کوئی محمل متعین کر کے اس سے کوئی حکم ثابت کرتا ہے تو وہ آیت ہی کا مدلول ہوتا ہے گو ظنی ہو مثلاً جس وقت امام ابو حنیفہ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ سے حیض سمجھتے ہیں اور عدت بالحیض کا فتویٰ دیتے ہیں تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ حکم آیت سے ثابت نہیں بلکہ امام ابو حنیفہ کا اجتہاد ہے"۔

اس تین سطر کی عبارت میں کئی لطیفے ہیں اوّل یہ کہ "مغالطات" والے صاحب نے یہ بھی نہ دیکھا کہ

---

مگر شیعوں نے اس کو رکوا دیا، نواب زادہ لیاقت علی خان نے اس پر اسمبلی میں احتجاج کیا لیکن کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے وہ احتجاج ناکام رہا، اخبار "سرفراز" (شیعہ) نے اس پر ایک بڑا مضمون لکھا جس میں یہ بھی تھا کہ نواب زادہ لیاقت علی خاں مسلم لیگ کے ممبر ہیں، باوجود اس کے انہوں نے ایسا احتجاج کیا شیعوں کو مسلم لیگ سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے (۷) گورنمنٹ کے اسکولوں کے کورس سے خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کرام کا تذکرہ نکلوانے کی کوشش ہوئی اور اس میں بلا مزاحمت شیعہ کامیاب ہوئے۔ اس کا کوئی تعلق جلوس سے نہیں

الملخص جو چیز "لکھنؤ" میں ممنوع قرار دی جا رہی ہے اور جس کو گالی دینے کی برابر جرم قرار دیا جا رہا ہے وہ نفس مدح صحابہ ہے نہ اُس کا کوئی مخصوص طریقہ۔

اگر مدح صحابہ کا شیعوں کے لئے دل آزار ہونا تسلیم کر لیا جائے اور موجودہ مزاحمتوں پر رضامندی کا اظہار کر دیا جائے تو اس کے بعد بعض صورتیں جو محفوظ خیال کی جاتی ہیں ان پر بھی دست درازی ممکن ہے بلکہ ۱۹۰۹ء میں گورنمنٹ کے احکام کے الفاظ یہ ہیں: کسی اسلامی جلوس کے ساتھ یا کسی اسلامی جلوس کی سماعت میں خلیفہ ابوبکر و عمر و عثمان کی تعریف نظم یا نثر میں نہ پڑھی جائے۔

لہٰذا اگر کوئی مسجد شارع عام پر ہو اور خطیب خطبۂ جمعہ میں خلفائے راشدین کی نام بنام مدح پڑھ رہا ہو اور مسجد کے سامنے سے شیعوں کا کوئی جلوس عزاداری کا نکل رہا ہو اور اس جلوس کی سماعت میں وہ مدح آجائے تو قطعاً اس حکم کے ذریعہ سے روکی جا سکتی ہے یہ حکم گورنمنٹ کا انہیں الفاظ کے ساتھ سال میں تین مرتبہ ۱۰ محرم ۲۰ صفر ۲۱ رمضان "لکھنؤ" کی در و دیوار پر پولیس کے انتظام سے چسپاں ہوتا تھا اور مسلمانوں کے دل زخمی ہوتے تھے یا د رہے خدا خدا کر کے تحریک مدح صحابہ کی قربانیوں سے اشتہار مذکور کا سلسلہ تو رک گیا اور مدحِ صحابہ کے جلسوں و جلوس کا جو حکم علاوہ بھی باقی ہے مگر اس پر عمل نہیں ہونے دیا جاتا۔

اگر بتوفیقہ تعالیٰ مسلمان اپنے اس مطالبہ پر قائم رہے اور جو بھائی ہمارے کسی وجہ سے اس وقت ہم سے علیحدہ ہیں سب ساتھ ہو گئے تو یہ ظلم قائم نہیں رہ سکتا اور جب مدح صحابہ بالکل آزاد ہو جائے اس وقت نہ کسی خاص صورت پر اصرار کی ضرورت [illegible]

"النور" میں خود ہی اس دلیل کو آیتِ قرآنی سے ماخوذ نہیں کہا گیا بلکہ صاف صاف لکھا ہے کہ "اس حدیث سے معلوم ہوا"

دوم یہ کہ آگے چل کر "مغالطات" والے صاحب خود بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ مضمون "النور" کا قیاسی ہے۔ صلا پر فرماتے ہیں کہ "حضرت مولانا مدظلہ (یعنی مولانا اشرف علی صاحب) زیر بحث اعلان مدح صحابہ کو جہر بالقرائت پر قیاس کرتے ہیں"۔ پھر صفحہ ۱۵ پر فرماتے ہیں "مولوی صاحب کو (یعنی امام اہلسنت کو) ایک صحیح قیاس کا بطلان نظر آتا ہے"

## کلیات کا تراشنا

سوم یہ کہ یہ کلیہ کہ مجتہد جب کسی آیت کا محمل متعین کر کے الخ اصول فقہ کی کس کتاب میں ہے نہ کتاب کا نام بتایا ہے نہ عبارت نقل کی اور نہ انشاء اللہ یہ مضمون کسی کتاب میں دکھا سکتے ہیں۔ یہ کلیہ خود ان کا طبعزاد ہے اصول فقہ کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریحات موجود ہیں "نور الانوار" میں امام شافعی کا جواب دیتے ہوئے کس صفائی کے ساتھ فرمایا ہے و محللیۃ الزوج الثانی بحدیث العسیلۃ لا بقولہ حتّٰی تنکح زوجاً غیرہٗ

چہارم یہ کہ مثال جو دی ہے وہ زیر بحث مسئلہ سے بالکل مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ مثال میں امام ابو حنیفہ نے جو لفظ "قروء" سے "حیض" مراد لیا ہے اس مراد لینے کی دلیل انہوں نے خارج قرآن سے پیش نہیں کی یعنی کسی روایت سے استدلال نہیں کیا بلکہ اسی آیت کے لفظ "ثلاثۃ" سے استدلال کیا ہے کہ "قروء" سے "طہر" مراد لینے کی صورت میں "ثلاثۃ" نہیں بنتا "طہر" یا تو تین سے زیادہ ہو جاتے ہیں یا تین سے کم رہتے ہیں لہذا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابو حنیفہ کا استدلال روایت یا اجتہاد سے ہے بخلاف مسئلہ زیر بحث کے کہ اس میں استدلال کی بنیاد سبب نزول پر ہے اور سبب نزول روایت ہی میں ہے۔ اور جو چیز روایت سے ثابت ہوتی ہے مدح صحابہ کے جہر کو اس پر قیاس کیا گیا ہے۔

اس کے بعد "مغالطات" والے صاحب نے کوشش کی ہے کہ اس سبب نزول کو جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے حدیثِ نبوی قرار دیں اور یہ ثابت کریں کہ یہ ابن عباس کا یا کسی دوسرے صحابی کا اجتہاد نہیں ہے مگر دلیل اس کی معقول یا نامعقول کچھ بھی نہیں بیان کی۔ البتہ حضرت امام اہلسنت نے جو فرمایا تھا کہ سبب نزول اجتہادی چیز ہے اور اس کو معقول طریقہ سے ثابت کرنے کے بعد مزید تائید میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب "الفوز الکبیر" کی عبارت نقل کی تھی جس میں یہ فقرہ موجود ہے کہ فعلم من ھٰذا التحقیق ان للاجتھاد فی ھٰذا القسم مدخلاً اس کا جواب صفحہ ۳ میں یہ دیا ہے کہ اس عبارت میں یہ کہاں ہے کہ سبب نزول ہمیشہ اجتہادی ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ "مغالطات" والے صاحب اجتہادی کا مطلب ہی نہیں جانتے، ورنہ ہمیشہ کی قید نہ لگاتے، ہمیشہ کی لفظ بڑھا کر خواہ مخواہ انہوں نے علم حدیث سے اپنی اجنبیت کو طشت از بام کر دیا۔ ہمیشہ کی لفظ بڑھانے سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ان کے نزدیک بھی سبب نزول کبھی اجتہادی ہوتا ہے بس ایسی ہی چیز کو اجتہادی کہتے ہیں بلکہ اجتہادی ہونے کے لئے تو صرف اتنی ہی بات کافی ہے کہ اس کا اجتہاد سے بیان کرنا ممکن ہو۔

---

لہ مغالطات والے صاحب سے پوچھنا چاہئے کہ قیاس کرنا مجتہد کا کام ہے یا غیر مجتہد بھی قیاس کر سکتا ہے۔

ذرا اصول حدیث کی کتابیں تو دیکھیں زیادہ نہیں "شرح نخبہ" ہی کسی سے سمجھ کر پڑھ لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ جس چیز میں ذرا بھی اجتہاد کی گنجائش ہو، یعنی اجتہاد سے اُس کا بیان کرنا ممکن ہو ایسی چیز کے متعلق صحابی کا قول "حدیث مرفوع" یعنی حدیث نبوی نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو "حدیث موقوف" کہتے ہیں، یعنی خود اس صحابی کا اجتہاد۔ "شرح نخبہ" صہ۶ میں ملاحظہ ہو مالا مجال فیہ للاجتہاد میرا تعجب کسی طرح کم نہیں ہوتا کہ "مغالطات" والے صاحب نے یہ کیا لکھ ڈالا، اور ہمیشہ کی قید کیا سمجھ کر لگائی، اور جو شخص مصطلحاتِ حدیث سے ایسا اجنبی ہو وہ کیسے "جامع العلوم کانپور" میں علم حدیث کا مدرس بن گیا۔

**تیسرا لطیفہ: لفظوں کے معنی گھڑنا:** حضرت امام اہلسنت نے لکھا تھا کہ یہ سبب نزول جو حضرت ابن عباس سے منقول ہے خود ان کا چشم دید نہیں کیونکہ ان کی ولادت "شعب ابی طالب" میں ہوئی ہے اور جس وقت کا واقعہ وہ بیان کر رہے ہیں مختف بمکۃ وہ "دار ارقم" کا ہے جو "شعب ابی طالب" سے کئی سال پہلے ہے لہٰذا ضروری ہے کہ انہوں نے کسی اور صحابی سے سُنا اور ان کی رائے کا اتباع فرمایا۔

"مغالطات" والے صاحب نے اس کے جواب میں بڑی کوشش اس بات کی کی ہے کہ کسی طرح یہ واقعہ ابن عباس کا چشم دید ثابت ہو جائے چنانچہ آپ نے اس کے لئے وہ کمال دکھایا کہ باید و شاید صہ۴۲ میں فرماتے ہیں کہ "مختف بمکۃ" کے یہ معنی کہ آپ "دار ارقم" میں پوشیدہ تھے بالکل غلط ہیں صحیح معنی یہ ہیں کہ "آپ کی نبوت کا شہرہ نہیں ہوا تھا اور آپ مغلوب تھے، اور حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ "حافظ ابن حجر نے ذا اول الاسلام لکھا ہے جو تمام زمانۂ قبل ہجرت کو شامل ہے۔" سبحان اللہ کیسے صحیح معنی بیان کئے ہیں کہ دنیا میں کسی کی عقل میں نہیں آسکتے، کون مان سکتا ہے کہ اعلانِ نبوت کے بعد ایک دن بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کی نبوت کا شہرہ "مکہ" میں نہ ہو "مکہ" اس وقت کون ایسا لق و دق شہر تھا جہاں کسی بات کو مشہور ہوتے ہوئے دیر لگے خصوصاً اتنے بڑے اہم واقعہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کو جس نے سارے "مکہ" کو ہلا دیا بقول حالی

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی　　عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

غالباً انہی باتوں کا خیال کر کے آپ نے شہرہ نہ ہونے کے ساتھ مغلوب ہونے کا اضافہ کیا لیکن یہ نہ سمجھا کہ شہرہ نہ ہونے، اور مغلوب ہونے میں باہم تضاد ہے مغلوب ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ آپ کے اعلانِ نبوت سے واقف ہو کر آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور ان کے مقابلہ میں آپ کی جماعت قلیل و ضعیف تھی۔ یہ بات شہرہ نہ ہونے کے منافی ہے۔

بہر کیف جب آپ اپنے ذہن سے نئے نئے کلیات تراشا کرتے ہیں تو کسی لفظ کے معنی تراش لینا کیا مشکل ہے، اچھا یہ بتائیے حدیث کی کتابوں کے ترجمے اور شروح فارسی اور اردو علماء نے بکثرت لکھی ہیں کیا آپ اپنے گڑھے ہوئے معنی کسی ترجمہ یا شرح میں دکھا سکتے ہیں۔ آپ تو کیا دکھائیں گے لیجئے میں دکھاتا ہوں۔

"تیسیر القاری" شرح فارسی "صحیح بخاری" (مصنفہ مولانا نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی)

جلد چہارم ص۴۲۹ پر ہے مختف بمکۃ گفت ابن عباس نازل شد این آیت درحالیکہ رسول خدا پنہان می بود بمکہ در اوائل اسلام پیش از انکہ عمر بن خطاب ایمان آرد

اب کہئے کیا "پنہاں می بود در اوائل اسلام پیش از انکہ عمر بن خطاب ایمان آرد" کے بعد بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ "دار ارقم" میں اختفاء کے سوا کوئی اور معنی بھی ہو سکتے ہیں اور کیا اب بھی یہ واقعہ ابن عباس کا چشم دید بن سکتا ہے۔

ہاں "دار ارقم" مراد نہ ہونے کی ایک عقلی دلیل بھی بڑی بیش قیمت آپ نے بیان کی ہے ص۴۸ میں فرماتے ہیں "دار ارقم" میں چھپنے کا مقصود یہ تھا کہ کفار کو معلوم نہ ہو کہ آپ کہاں ہیں اور جبکہ مقصود یہ تھا آپ جہر کرکے کفار کو اپنا پتہ کیونکر بتلا سکتے تھے"

کیا نفیس دلیل ہے مگر افسوس کہ شراح حدیث آپ کی اس قیمتی دلیل کو پہلے ہی رد کر گئے ہیں۔ "عینی شرح بخاری" جلد ۲۵ ص۱۰۳ میں ہے: قیل اذا کان مختفیا عن الکفار فکیف یرفع الصوت وھو مناف للاختفاء واجیب بانہ لعلہ اراد الاتیان بشبہ الجھر وانہ ماکان لہ عند الصلوٰۃ ومناجات الرب اختیار لاستغراقہ فی ذلک ۔ اور علامہ محمد طاہر گجراتی "مجمع بحار الانوار" لغت "اختفاء" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ونزلت والرسول صلی اللہ علیہ وسلم مختف فان قیل اذا کان مختفیا کیف یجھر قلت اتی بشبہ الجھر بلا اختیار لاستغراقہ ۔ اور اسی کتاب کی لغت "تواری" میں ہے وحدیث کان متواریا ای مختفیا من الکفار وکان یرفع صوتہ اقامۃ للسنۃ او ظنا بان الکفار لا یسمعون او استغراقا بمناجات ربہ ۔ ان تینوں عبارتوں سے آپ کی عقلی دلیل کا مردود ہونا بھی ظاہر ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان سب نے "مختف" کے وہی معنی مراد لئے ہیں جس کو آپ "بالکل غلط" فرماتے ہیں۔

**تنبیہ:** آخر میں ایک بات اور عرض کی جاتی ہے۔ اس کے بعد "مغالطات" والے صاحب نے "مختف" کے معنی گڑھنے میں جو جرأت کی ہے وہ زیادہ قابل قدر ہو جائے گی۔ واضح ہو کہ ابن عباس کی یہ روایت "صحیح بخاری" میں چار جگہ ہے۔ اول اسی کتاب التفسیر میں۔ دوم کتاب التوحید میں اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ کے باب میں سوم کتاب التوحید میں اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ کے باب میں۔ چہارم کتاب التوحید الماھر بالقرآن کے باب میں، اگرچہ سوا امام بخاری کے شیوخ کی باقی سند چاروں جگہ ایک ہے ان چاروں میں پہلی اور تیسری روایت میں "مختف بمکۃ" کا لفظ ہے اور دوسری اور چوتھی روایت میں بجائے "مختف" کے "متوار" کا لفظ ہے۔ لیجئے اب تو خود حدیث ہی نے معنی کا فیصلہ کر دیا۔ اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ الحدیث یفسر بعضہ بعضا۔ "متواری" کی لفظ نے بالکل صاف کر دیا کہ "مختف" کے وہی معنی ہیں جس کو آپ "بالکل غلط" کہہ رہے ہیں۔

"صحیح مسلم" میں بھی بجائے "مختفی" کے متواری کی لفظ ہے۔ کہئے اب کیا ہوگا اب تو دروازہ تک پہنچا دیا گیا۔

**چوتھا لطیفہ:** جہر مدح صحابہ کی ممنوعیت کے ناقابل تسلیم ہونے پر آٹھ دلائل حضرت امام اہلسنت نے ذکر کئے تھے۔ پہلی دلیل یہ تھی کہ جس زمانہ کا واقعہ اس روایت میں ہے وہ ایسے ضعف و کمزوری کا زمانہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام کو ایک گھر میں پوشیدہ ہونا پڑا تھا، مسلمانوں کی تعداد چالیس تک بھی نہ پہنچی تھی اور اب ویسا ضعف نہیں ہے۔

"مغالطات" والے صاحب اس کے جواب میں ص۴۸ پر فرماتے ہیں کہ اب تو اس سے بھی زیادہ ضعف ہے، اس وقت کے ایک مسلمان کی قوت ایمانی آجکل کے مسلمانوں کی مجموعی قوت ایمانی سے بڑھی ہوئی تھی،

ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ ایک زمانہ ایسا ہوگا کہ مسلمانوں کی کثرت تو ہوگی مگر وہ کثرت سیلاب کے جھاگ کے مثل ہوگی۔

اس جواب کی نفاست پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اب یہ کون سمجھائے کہ یہاں ضعف واقعی کی بحث تھی نہ ضعفِ ایمانی کی، ضعفِ ایمانی کا تو مطلب یہ ہے کہ فی الواقع ضعف نہیں مگر ایمان کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی۔ اچھا اگر ضعف ایمانی جو خود ہمارا قصور ہے، اس کی وجہ سے آج وہی احکام جاری ہوسکتے ہیں جو ضعفِ واقعی کے زمانہ میں تھے تو بسم اللہ اعلان کر دیجئے کہ مسلمان نماز گھروں میں چھپ کر بغیر جہر کے پڑھا کریں، مسجدوں میں علانیہ نماز موقوف، اذان موقوف، قربانی گاؤ موقوف اور اسی طرح تمام شعائرِ اسلامیہ کو متروک وممنوع کر دیجئے، ضعفِ ایمانی کے سبب سے لوگ آپ کے بہت شکر گزار ہوں گے۔

**پانچواں لطیفہ:** حضرت امام اہل سنت رح نے دوسری دلیل یہ پیش کی تھی کہ "خود ابن عباس رضی سے اس آیت کا منسوخ ہونا منقول ہے" اور ثبوت میں تفسیر طبری" اور تفسیر ابن کثیر" کی عبارتیں نقل کی تھیں۔ تیسری دلیل یہ پیش فرمائی تھی کہ حضرت ابن عباس رض کے خلاف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض سے منقول ہے۔ اور ام المومنین رض کی روایت بھی "صحیح بخاری" میں ہے۔

"مغالطات" والے صاحب دوسری دلیل کے جواب میں ص۵ پر فرماتے ہیں کہ یہ نسخ نہیں ہے، علت کے مرتفع ہو جانے سے حکم کا مرتفع ہو جانا نسخ نہیں کہا جاتا اور اس پر حسب عادت خوب تمسخر کیا ہے کہ "امام اہلسنت کو اتنی سی معمولی بات کی بھی خبر نہیں"

غالباً اس کا موقع اس وجہ سے ملا کہ دونوں تفسیروں کی جو عبارتیں نقل کی گئی تھیں ان میں "سقط" کا لفظ ہے "نسخ" کا لفظ صاف صاف نہیں ہے۔ اگرچہ تفسیر "اتقان" کے دیکھنے سے "سقط" کے معنی معلوم ہوسکتے تھے مگر لیجئے میں نسخ کا لفظ صاف صاف دکھائے دیتا ہوں۔ تفسیر "صاوی" جلد اول ص۲۷ میں ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ ای بقراء تك وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ اَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا وهذا الامر قد زال من يوم اسلام عمر وحمزة فهو منسوخ۔ ہاں اب بے تامل کہہ دیجئے کہ یہ مفسرین بھی "نسخ" کے معنی نہیں جانتے، اتنی سی معمولی بات کی بھی ان کو خبر نہ تھی۔

اس کے بعد "مغالطات" والے صاحب تیسری دلیل کے جواب میں ص۶ پر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض کی تفسیر سے ابن عباس رض کی تفسیر کس طرح رد ہوگئی کیا امام شافعی رح کے قول سے امام ابوحنیفہ رح کا قول رد ہو جائیگا؟

واقعی بات یہ ہے کہ یہ نہ معلوم تھا کہ آپ جیسے ذی علم اور صاحبِ بصیرت حضرات اس مبحث میں دخل در معقولات کریں گے ورنہ یہ بات اور زیادہ صاف کر دی جاتی۔ اچھا اب ملاحظہ فرمائیے کہ ام المومنین رض کی تفسیر سے کس طرح وہ تفسیر رد ہوگئی۔

ف۔ ابن عباس رض اور ام المومنین رض کی تفسیر میں فرق یہ ہے کہ ابن عباس رض آیت کے نزول کا سبب کفار کے سب وشتم کو قرار دے کر "صلوٰۃ" سے قراءتِ قرآن مراد لیتے ہیں، اور ام المومنین رض آیت کے نزول کا سبب کفار کے سب وشتم کو نہیں قرار دیتیں اور "صلوٰۃ" سے "دعا" مراد لیتی ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ ام المومنین رض کی تفسیر کو ابن عباس رض کی تفسیر پر بچند وجوہ ترجیح ہے۔

**وجہ اول** یہ کہ ام المومنین رض کی تفسیر پر وہ لاینحل اشکالات نہیں لازم آتے جو ابن عباس رض کی تفسیر پر فتوے میں بیان کئے گئے۔

**وجہ دوم** یہ کہ ابن عباس رض اس سبب نزول کے بیان کرنے میں منفرد ہیں، صحابہ رض وتابعین رح میں کوئی بھی

ان کا ساتھی نہیں اور ام المومنینؓ کے ساتھ ایک جماعت ہے جن میں چند نام یہ ہیں: حضرت ابوہریرہؓ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، ابوعیاضؒ، عروہ بن زبیرؒ، ابراہیم نخعیؒ، مکحولؒ (دیکھو تفسیر کبیر و معالم و ابن کثیر)

وجہ سوم یہ کہ ام المومنینؓ کی یہ روایت "صحیح بخاری" میں تین جگہ ہے اور ان میں سے ایک جگہ یعنی کتاب الدعوات میں ام المومنینؓ کی روایت سے ایک مسئلہ مستنبط کر کے اس پر ایک باب منعقد کیا ہے یعنی باب الدعاء فی الصلوٰۃ قائم کر کے ام المومنین کی روایت اس باب میں ذکر کی ہے اور محدثین کا کسی روایت پر باب کا منعقد کرنا محدث کے نزدیک اس روایت کے مختار و مرجح ہونے کی دلیل ہے بخلاف ابن عباس کی روایت کے کہ اس پر چاروں جگہ میں سے کسی جگہ کوئی باب منعقد نہیں کیا۔

وجہ چہارم یہ کہ ام المومنینؓ کی تفسیر خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بسندِ صحیح منقول ہے۔ "عینی شرح بخاری" جلد ۱۹ ص۳۵ میں ہے وروی ایضاً بسند صحیح ابی دراج عن انصاری له صحبة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال هٰذه الآیة نزلت فی الدعاء۔ باقی رہا یہ کہ "مغالطات" والے صاحب نے ابن عباس کو بمنزلہ امام ابوحنیفہؒ اور ام المومنینؓ کو بمنزلہ امام شافعیؒ کے قرار دیا ہے یہ ان کی تمیز داری کی ایک بات ہے۔

**چھٹا لطیفہ**: (کتابوں کا غلط حوالہ دینا) "مغالطات" والے صاحب جس طرح کلیات کے تراشنے میں اور لفظوں کے معنی گڑھنے میں مشاق ہیں اسی طرح کتابوں کا غلط حوالہ دینے میں بھی آپ بہت جری ہیں۔ چنانچہ ص۵ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ "عینی شرح بخاری" میں ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں "دعا" سے صلوٰۃ مراد ہے لہٰذا اب ابن عباس اور حضرت عائشہ کے قول میں کوئی اختلاف نہ رہا، اگر "عینی" میں وہ یہ مضمون دکھا دیں تو جو انعام وہ مانگیں انشاء اللہ دیا جائے گا۔ ذرا وہ سوچیں تو کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ام المومنین نے لاتجھر بصلاتك میں "صلوٰۃ" سے "دعا" مراد لی اب پھر وہ "دعا" سے "صلوٰۃ" مراد لیں کس قدر مہمل بات ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اختلاف پھر بھی نہیں مٹتا اصل اختلاف تو سبب نزول میں ہے نہ لفظ "صلوٰۃ" کی مراد میں۔

**ساتواں لطیفہ**: حضرت ابن عباس سے جو سببِ نزول منقول ہے اس پر جو لاینحل مشکلات پیش آتی ہیں ان کا جواب ص۶ میں یہ دیا ہے کہ ابن عباس ان سب باتوں کو جانتے تھے اور باوجود جاننے کے انہوں نے یہ تفسیر کی، بس جواب ہوگیا، اہل علم اس جواب کی قدر کریں۔

اسی صفحہ پر ایک لطیفہ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق جو بالجہر تلاوت کرتے تھے، اس پر کوئی فتنہ مرتب نہ ہوتا تھا یعنی سب و شتم نہ ہوتا تھا بلکہ لوگ مسلمان ہوتے تھے اس لئے ان کو نہ روکا گیا یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت پر فتنہ مرتب ہوتا تھا اس لئے آپ کو روکا گیا (معاذ اللہ منہ)

**آٹھواں لطیفہ**: "مغالطات" والے صاحب ص۸ میں لکھتے ہیں کہ امام اہلسنت نے ابن عباس اور دوسرے صحابی کے اجتہاد کو ناقابلِ وقعت قرار دے کر اپنے اجتہاد کو مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع قرار دیا ہے۔ پھر ص۱۶ میں فرماتے ہیں کہ امام اہلسنت نے اپنے ظنون و اوہام کی بنا پر ابن عباس کی تفسیر کو غلط قرار دیا ہم اس کو شیعوں کے تبرے سے کم نہیں سمجھتے۔"

ماشاء اللہ چشم بد دور تبرے سے بڑی نفرت آپ کو ہے اور تبرے کا مطلب بھی آپ نے خوب سمجھا۔ ابھی

کیا ہے آگے چل کر آپ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی انہیں لفظوں سے یاد کریں گے۔ رہا یہ کہ اپنے اجتہاد کو واجب الاتباع قرار دیا۔ اس فتوی میں امام اہلسنت کا ایک اجتہاد بھی دکھا دیجئے تو منہ مانگا انعام لیجئے۔

انھیں باتوں کے سدباب کے لئے امام اہلسنت نے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عدیم النظیر کتاب "ازالۃ الخفاء" کی ایک عبارت اپنے فتوے میں نقل کر دی تھی، جس میں انہوں نے بالکل یہی معاملہ حضرت ابن عباس کی تفسیر کے متعلق کیا ہے، مگر آپ نے "ازالۃ الخفاء" کی اس عبارت کا نام بھی نہیں لیا، اسی طرح حضرت امام اہلسنت کے فتوی کی بہت سی چیزوں کو چھوڑ دیا ہے اور پوری عبارت تو کہیں نقل ہی نہیں کی۔

لہذا ہم اس عبارت کو پھر نقل کئے دیتے ہیں۔ "ازالۃ الخفاء" مقصد اول فصل سوم میں بسلسلہ تفسیر آیات خلافت "سورۂ قیامت" کی آیت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ کی تفسیر زیب رقم فرمائی ہے اور "صحیح بخاری" کی "کتاب التفسیر" سے حضرت ابن عباس کی تفسیر اس آیت کے متعلق نقل کر کے فرمایا ہے کہ

مرفوع درین حدیث قصۂ آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم فقط و تفسیر جَمْعَهٗ، ای جمعہ فی صدرک تفقہ ابن عباس است، فقیر می گوید عفی عنہ درین تفسیر نظر است زیرا کہ سہ کلمہ را بر معانی متقاربہ حمل کردن بعید می نماید آرے در تفسیر سَنُقْرِئُكَ این را تقریر کردن گنجائش میدارد و باز فرود آوردن ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ بر معنی کہ بغیر تراخی معتد بہ واقع شدہ باشد بعدے وارد و اوجہ در تفسیر آیت مینماید الخ

اس روایت میں حدیثِ نبوی صرف وہی ٹکڑا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کیا گیا ہے، اور جَمْعَهٗ کی تفسیر سینہ میں جمع کر دینا ابن عباس کا اجتہاد ہے۔ فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ اس تفسیر میں اعتراض ہے کیونکہ تین لفظوں یعنی جمع اور قرآن اور بیان کو ایسے معنی پر محمول کرنا جو قریب قریب ہیں، بلاغت سے بعید معلوم ہوتا ہے، ہاں سَنُقْرِئُكَ کی تفسیر میں اس مضمون کی گنجائش ہے پھر ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کو ایسے معنی پر محمول کرنا جو بغیر معتد بہ "تراخی" کے پائے گئے ہوں اور زیادہ بعید معلوم ہوتا ہے (کیونکہ ثُمَّ زبان عرب میں "تراخی" کے لئے آتا ہے) لہذا مدلل بات اس آیت کی تفسیر میں یہ معلوم ہوتی ہے الخ

"مغالطات" والے صاحب دیکھیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ابن عباس کی تفسیر کو قابل اعتراض کہہ کر اس کے ماننے سے انکار کر دیا اور ایک اعتراض اس پر یہ کیا کہ اس تفسیر کی بنا پر تین تین لفظوں کو ایک ہی معنی پر محمول کرنا پڑتا ہے جو اصولِ تفسیر و بلاغت کے خلاف ہے۔ دوسرا اعتراض یہ کیا کہ ثُمَّ زبانِ عرب میں "تراخی" کے لئے آتا ہے اور ابن عباس کی تفسیر کی بنا پر تراخی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اب آپ بے تامل جلدی سے کہہ ڈالئے کہ ابن عباس اس اصولِ تفسیر اور بلاغت کو اور زبانِ عرب کے قواعد کو بخوبی جانتے تھے اور جانتے ہوئے انہوں نے یہ تفسیر کی، لہٰذا اعتراض لغو ہے۔ اور ہاں کہہ ڈالئے کہ تیرھویں صدی کے مولوی کو کیا حق ہے کہ اپنے ظنون و اوہام کی بنا پر اتنے بڑے جلیل القدر صحابی کی تفسیر کو غلط قرار دے، اور یہ بھی کہہ ڈالئے کہ ہم اس کو شیعوں کے تبرے سے کم نہیں سمجھتے۔

نواں لطیفہ: حضرت امام اہلسنت نے اس خیال سے کہ اس دور جہالت میں کہیں کوئی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ یہ تفسیر بالرائے ہے۔ علامہ علی قاری مکی کی شرح "مشکوٰۃ" اور علامہ گجراتی کی "مجمع بحار الانوار" کے حوالہ سے تفسیر بالرائے کے معنی بیان کر دیئے تھے، کہ جو تفسیر قواعد عربیت یا ضروریات دین کے خلاف ہو وہ تفسیر بالرای ہے اور جو تفسیر ان دونوں کے خلاف نہ ہو وہ تفسیر بالرائے نہیں ہے اگرچہ اب تک کسی نے نہ بیان کی ہو۔

"مغالطات" والے صاحب اس کے متعلق صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں کہ "یہ اصول تفسیر کے مجتہدین کے لئے ہیں، ہر عامی کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل نہیں کیونکہ وہ بیچارہ نہ عربی زبان سے کافی واقفیت رکھتا ہے نہ اصولِ دین سے"

"مغالطات" والے صاحب نے ضروریاتِ دین کے بجائے اصول دین کی لفظ رکھدی، شاید ان کے نزدیک دونوں کے معنی ایک ہوں۔ معلوم نہیں اس قسم کی تبدیلیوں کو ان کی اصطلاح میں دیانت کہتے ہیں یا خیانت، مگر افسوس کہ ان کا مدعا اب بھی ناتمام ہے اس کے ساتھ ان کو ایک مقدمہ اور لگانا چاہیئے کہ اس چودھویں صدی میں یا جس صدی سے ان کے نزدیک مناسب ہو ہر شخص کا عامی ہونا ضروری ہے کسی مولوی کا عربی زبان سے اور ضروریاتِ دین سے واقف ہونا محال ہے۔

دسواں لطیفہ: (کثیر الوجود باتوں کے وجود سے انکار کر دینا) "مغالطات" والے صاحب کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ جو بات عام طور پر بکثرت کتابوں میں موجود ہوتی ہے بڑی دلیری سے فرما دیتے ہیں کہ کسی کتاب میں نہیں، چنانچہ ایک مثال اس کی ملاحظہ ہو۔ حضرت امام اہلسنت نے فرمایا تھا کہ ایک صاف اور کھلا ہوا مطلب آیت کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے نبی سب نمازوں میں جہر نہ کیجئے اور نہ سب میں سر، درمیان کی راہ اختیار کیجئے یعنی بعض میں جہر بعض میں سر۔ چنانچہ اسی آیت پر عمل کر کے ظہر عصر کی نماز میں سر کیا جاتا ہے اور مغرب، عشاء و فجر میں جہر۔ تفسیروں میں یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے بھی لکھا ہے، اس کے جواب میں "مغالطات" کے صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں "کسی مفسر کا ذہن اس صاف اور کھلے ہوئے معنی کی طرف نہیں گیا"۔

کہیئے اس دلیری کی کچھ حد ہے "تفسیر طبری کا حوالہ فتوے میں موجود اُس پر یہ جرأت، اچھا اب تفسیریں ملاحظہ ہوں۔

(۱) "تفسیر مدارک" میں جس کے مصنف فقہائے حنفیہ میں سے ہیں اور متونِ اربعہ میں سے ایک متن کے مصنف ہیں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: او معناہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ كلها ولا تُخَافِتْ بِهَا كلها وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا بان تجهر بصلوٰۃ اللیل وتخافت بصلوٰۃ النهار او بصلوتك بد عائك.

(۲) "تفسیر بیضاوی" میں جو داخل درس ہے لکھتے ہیں: لا تجهر بصلوتك كلها ولا تخافت بها باسرها وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا بالاخفات نهارًا وبالجهر ليلًا۔

(۳) امام ابن جریر طبری اس مطلب کے متعلق لکھتے ہیں لكان وجهًا يحتمله التاويل اور لکھتے ہیں فكان ذلك وجهًا غير بعيد من الصحة۔

(۴) "فتح الباری" میں امام ابن جریر کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے وقد اثبته بعض المتأخرين قولًا۔

(۵) امام فخر الدین رازی "تفسیر کبیر" میں لکھتے ہیں: القول الثالث معناه ولا تجهر بصلوٰتك كلها ولا تخافت بها كلها وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلاً بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار

(۶) "تفسیر کشاف" میں جس کے مصنف عربیت کے مسلّم الکل امام ہیں لکھتے ہیں: وقيل معناه ولا تجهر بصلوٰتك كلها وَلَا تخافت بها كلها وابتغ بين ذلك سبيلا بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار۔

(۷) "تفسیر نیشاپوری" میں ہے: وقيل معناه ولا تجهر بصلوٰتك كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بين ذلك سبيلا بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار۔

(۸) تفسیر ابوبکر "جصاص" (یکے از ائمہ حنفیہ متوفی ۳۷۰ھ جلد سوم ص۲۶۰ میں ہے وقيل لا تجهر بصلوٰتك كلها ولا تخافت بجميعها وابتغ بين ذٰلك سبيلا بان تجهر بصلوة الليل وتخافت بصلوٰة النهار

(۹) "عینی شرح بخاری جلد ۲۵ ص۱۵۷ میں ہے: وقال زياد بن عبد الرحمٰن لا تجهر بها في صلوٰة النهار ولا تخافت بها في صلوٰة الليل۔

(۱۰) "تفسیر بحر محیط" جلد ۶ ص۹۰ میں ہے: وعن ابن عباس ايضًا المعنى ولا تجهر بصلوٰة النهار ولا تخافت بصلوٰة الليل۔

کیا "مغالطات" والے صاحب اتنی متعدد تفاسیر کی عبارتیں دیکھ کر اپنی لاعلمی یا غلط بیانی پر کچھ شرمندہ ہوں گے؟

"مغالطات" والے صاحب اس پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ اس مطلب کے لئے اس بات کے ثبوت کی ضرورت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب پانچ نمازیں فرض ہو چکی تھیں جواب یہ ہے کہ اول تو پانچ کے ثبوت کی ضرورت نہیں صرف ایک نماز دن کی اور ایک رات کی کافی ہے تو یہ ثابت ہے، اور بالفرض پانچ ہی کے ثبوت کی ضرورت ہو تو اتنے مفسرین کا لکھنا اس کے ثبوت کی کافی ضمانت ہے اور قطع نظر اس سے ایسا بھی بکثرت ہوا ہے کہ آیت نازل ہو گئی اور عمل کچھ دنوں بعد ہوا۔ دیکھو تفسیر "اتقان" ایک مستقل نوع اسی بیان میں ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے پانچوں نمازوں کے دوران امامت کرکے نماز ادا کرنے کا طریقہ بتا دیا تھا لہٰذا اب اس حکم کی ضرورت ہی نہ تھی کہ نہ سب نمازوں میں جہر کرو نہ سب میں اخفاء۔

**جواب** یہ ہے کہ امامتِ جبریل کا مقصد صرف نماز کے اوقات کا بتانا تھا جیسا کہ تصریح موجود ہے ورنہ جتنے مسائل نماز کے اس کے بعد تعلیم فرمائے گئے وہ سب بے ضرورت ہو جائیں گے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ اس مطلب کے لئے عبارت مناسب نہیں یعنی عبارت میں کچھ مقدرات ماننا پڑتے ہیں۔

**جواب** یہ ہے کہ مقدرات کے لئے جب قرینہ موجود ہو تو کوئی حرج نہیں اس قسم کے مقدرات ہر کلام میں ہوتے ہیں، قرآن مجید کی بے شمار آیتوں میں ہیں اور جو مطلب آپ لے رہے ہیں جس کو ابن عباس کی تفسیر سمجھ رہے ہیں اس میں بھی مقدرات کے ماننے سے مفر نہیں، تقدیر عبارت یوں ہوتی ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ غَايَةَ الْجَهْرِ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا غَايَةَ المخافة۔ "مغالطات" والے صاحب کو شرم کرنا چاہئے کہ جس مطلب کے صحیح ہونے کی ابن جریر تصریح کریں، جس مطلب پر امام النحو زمخشری کوئی اعتراض نہ کریں اس پر وہ از روئے عربیت اعتراض کر رہے ہیں۔

**گیارھواں لطیفہ:** (النور کی دوسری جرح) "مغالطات" والے صاحب نے "النور" کے فتوے پر ایک جرح تو وہ کی تھی کہ "النور" میں مطلقاً مدح صحابہ کے جہر کو ممنوع قرار دیا گیا تھا، خواہ جلوس کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں، اور ان صاحب نے جلوس کی تخصیص کر دی جیساکہ پہلے لطیفہ میں بیان کیا گیا۔ اب دوسری جرح اور نہایت سنگین جرح کی ہے کہ "النور" کے فتوے کی بنیاد ہی کو بدل دیا۔ "النور" کے فتوے کی بنیاد اس بات پر تھی کہ جس طرح جہر تلاوت کو سب و شتم کا سبب ہونے کی وجہ سے ممنوع کر دیا گیا۔ اسی طرح جہر مدح صحابہ کو جو تبرے کا سبب ہے، ممنوع ہونا چاہئے مگر "مغالطات" والے صاحب نے صد پر جہر تلاوت کے سبب سب و شتم نہ ہونے کو تسلیم کر لیا اور لکھا کہ سب و شتم کا سبب کفار کی خباثت تھی، اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ مدح صحابہ کا جہر تبرے کا سبب نہیں ہے بلکہ تبرے کا سبب تبرا بازوں کی خباثت ہے۔ اور صرف اس تسلیم کرنے پر قناعت نہ کی بلکہ "النور" کی بنیادی چیز کو بالکل ترک کر کے جلوس کی ممنوعیت کے لئے اپنی طرف سے کچھ وجوہ تراشے۔ "مغالطات" والے صاحب نے جبکہ "النور" کی حمایت کے لئے قلم اٹھایا تو ان کا فرض تھا کہ "النور" کی بیان کی ہوئی وجہ پر قائم رہتے اور اس کی صحت ثابت کرتے اور سمجھتے کہ اس سے گریز کرنے میں "النور" کے فتوے کی حمایت کے بجائے سخت اہانت ہوگی، مگر انہوں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ بہرحال ہم ان کی تراشی ہوئی وجوہ کا جواب دینے کے لئے بھی حاضر ہیں۔ خلاصہ اُن خود تراشیدہ وجوہ کا یہ ہے کہ آپ مدح صحابہ کے جلوس کو تعزیہ داری کا جلوس قرار دیتے ہیں۔ صلا میں فرماتے ہیں "پہلے امام حسین کے تعزیے اٹھتے تھے، اب ابوبکرؓ و عمر کے اٹھنے لگے"[1] اور صہ میں تعزیہ داری کی حقیقت بیان فرمائی ہے کہ مدح حسین کا نام تعزیہ داری ہے۔ واقعی "مغالطات" والے صاحب بڑے ذی علم اور بڑے ذی فہم ہیں تعزیہ داری کی حقیقت خوب بیان کی کہ آج تک کسی شیعہ کو بھی نہ سوجھی ہوگی۔ آپ نے تعزیئے کے لفظ پر بھی غور نہ کیا۔ جناب من! تعزیہ داری کی اصل حقیقت ہے "واقعہ کربلا" کی نقل کرنا، اور رونے رلانے کا سامان بنانا۔ اور ماتم و نوحہ گری کرنا۔ تعزیہ کو حضرت حسین کے روضہ کی شبیہ کہا جاتا ہے اس کے ساتھ قبر بلا مقبور بھی ہوتی ہے اور دلدل اور شہداء کے کٹے ہوئے ہاتھ نیزوں پر اور خدا جانے کیا کیا ہوتا ہے، اور اس نقل کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے جو اصل کے ساتھ کوئی بے دین کرتا، تعزیہ داری کی مذکورہ بالا اشیاء میں سے ایک چیز بھی مدح صحابہ کے جلوس میں نہیں ہوتی۔ نہ حضرات خلفائے ثلاثہ یا کسی صحابی کے روضہ یا قبر کی شبیہ ہوتی ہے، نہ ان کے سواری کے جانور کی یا کسی اور چیز کی نقل اتاری جاتی ہے، نہ ماتم و نوحہ ہوتا ہے بلکہ مجمع ہوتا ہے اور اس مجمع میں صحابہ کرام کے فضائل اور ان کے کارنامے بیان کئے جاتے ہیں۔ المختصر تعزیہ داری کے لوازم میں سے ایک چیز اس میں نہیں ہوتی۔ ایک دوسری خود تراشیدہ وجہ آپ نے یہ لکھی ہے کہ جلوس مدح صحابہ روافض کی تقلید ہے یہ وجہ پہلی وجہ کے ثبوت پر موقوف ہے، اور جب اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے یعنی تعزیہ داری کی کوئی چیز اس جلوس مدح صحابہ میں نہیں تو اس کو روافض کی تقلید کہنا ظلم نہیں تو کیا ہے؟ اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی لکھ ڈالا کہ قرآن مجید میں فرعون اور ابلیس وغیرہ کی مذمت بھی وارد ہوئی ہے لہٰذا ان کی مذمت کا جلوس بھی نکالنا چاہئے۔ "مغالطات" والے صاحب کی خوش فہمی واقعی حد کمال کو پہنچ گئی ہے۔ جلوس مدح صحابہ کا مقصد اور جن حالات میں وہ جلوس نکالا گیا سب چیزیں اب واقفیت عامہ میں آچکی ہیں۔ اگر یہ سب باتیں مذمت فرعون وغیرہ میں پائی جاتیں تو ان کو ایسا کہنے کی گنجائش بھی تھی و اذ لیس فلیس۔

**بارھواں لطیفہ:** (صحابہ کرام کی توہین قرآن میں بتانا) حضرت امام اہلسنت نے اعلان مدح صحابہ کے ثبوت میں ایک آیت سورۂ حشر کی لکھی تھی اور دو حدیثیں۔ حدیثوں کا مضمون یہ ہے کہ:

---

[1] "مغالطات" والے صاحب نے حضرت حسین کے نام کے ساتھ تو لفظ امام لکھ کر تعظیم کا حق ادا کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے نام کے ساتھ امام کیا معنی حضرت کا لفظ بھی نہ لکھا۔ شاباش۔

جس زمانہ میں صحابہ کرام کی بدگوئی کی جائے اُس زمانہ میں علماء پر لازم ہے کہ صحابہ کرام کے فضائل ومناقب کا اظہار واعلان کریں، جو عالم ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت ہوگی. اور اس کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

"مغالطات" والے صاحب نے حدیثوں کو تو بالکل چھوڑ دیا نام تک نہیں لیا[1] نہ جواب دیا اور ایسا انہوں نے بکثرت کیا ہے. البتہ آیت کے متعلق اپنی تحقیق شریف کا اظہار کیا ہے. وہ آیت "سورہ حشر" کی یہ ہے۔ والذین جاءوامن بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رءوف رحیم۔ ترجمہ: اور مال فئی ان لوگوں کے لئے ہے جو مہاجرین وانصار کے بعد یہ کہتے ہوئے اسلام میں آئے کہ اے ہمارے پروردگار بخشدے ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔ اے ہمارے پروردگار تو رافت والا اور رحمت والا ہے۔

"مغالطات" والے صاحب ص۱۰ میں فرماتے ہیں کہ "اسمیں حق تعالٰی سے دعا کا بیان ہے اب اگر اس میں مہاجرین وانصار کے فضائل کا بیان ہے تو حق تعالٰی کے سامنے ہے نہ مخلوق کے سامنے" غالبًا "مغالطات" والے صاحب کو معلوم نہیں کہ قرآن مجید میں دعاؤں کا بیان کن کن حقائق کی تعلیم کے لئے ہے اور جہاں کوئی دعا بالصیغہ مر قول منقول ہوتی ہے (جیسے کہ آیت مبحوثہ میں) وہاں کس خصوصیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے. خیر اس کو جانے دیجئے. البتہ یہ بات قابل تعجب ہے کہ انہوں نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ یہ آیت "مال فئی" کے مستحقین کے بیان میں ہے اگر مخلوق کے سامنے اس کا اظہار نہ ہو تو "مال فئی" میں حصہ کیسے ملے گا۔

یہ بات بھی کچھ کم عجیب نہیں کہ یہ صاحب اس میں بھی اگر مگر کر رہے ہیں کہ سورۂ حشر کی آیات میں مہاجرین وانصار کی فضیلت کا بیان ہے. کاش ان صاحب نے حضرت امام اہلسنت کی تفسیر آیت "تقسیم فئی" ملقب بہ "وظیفہ مدح صحابہ" کا مطالعہ کر لیا ہوتا جو کئی سال سے ملک میں شائع و ذائع ہے۔ اور اس آیت کی بحمد اللہ ایسی جامع اور کامل تفسیر ہے کہ لا مزید علیہ۔ اس تفسیر میں آپ کو شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا یہ قول بھی ملتا کہ ففی الاٰیات الثناء علی الصحابۃ وعلی اھل السنۃ الذین یتولونھم اور اس تفسیر میں پورے آٹھ صفحہ میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال بھی اس آیت کی تفسیر کے متعلق آپ کو ملتے جن میں حضرت فاروق اعظم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے اقوال بہت ممتاز شان رکھتے ہیں۔

ان سب سے زیادہ لطیف بات یہ ہے کہ "مغالطات" والے صاحب لکھتے ہیں کہ اگر اس آیت میں صحابہ کی فضیلت کا بیان ہے تو "اغفر" میں ان کی کمزوریوں کا بیان بھی ہے. نعوذ باللہ منہ۔ اگر اسی طرح لفظ مغفرت سے کمزوری کا استنباط کیا جائے تو بات بہت دور پہنچے گی اور شاید آپ بھی شیعوں کی طرح کہنے لگیں گے کہ قرآن میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] ص۱۲ میں صرف یہ مبہم جملہ لکھا ہے کہ "دو حدیثوں کی تخریج کی ہے" ان کے متعلق ہم بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے ۱۲

کمزوریوں کا بیان ہے اور آپ کی توہین ہے کیونکہ لفظ مغفرت قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خصوصیت کے ساتھ متعدد آیات میں مذکور ہے کہیں بصیغۂ امر اور کہیں بصورت خبر۔ شیعہ تو یہ کہکر اپنی گلو خلاصی کرتے ہیں کہ یہ قرآن محرف ہے (معاذ اللہ منہ) اور کہتے ہیں کہ جن آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے وہ آیتیں کلام الٰہی نہیں ہیں بلکہ بے دین لوگوں نے بڑھا دی ہیں۔ دیکھو شیعوں کی کتاب "احتجاج طبرسی" میں یہ جملہ والذی بدا فی الکتاب من الازراء علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ من فریۃ الملحدین۔ مگر آپ کیا کہکر گلو خلاصی کیجئے گا۔ لازم ہے کہ جلد سے جلد آپ متنبہ ہوں اور اعلان کے ساتھ توبہ کریں۔

صحابۂ کرام کو ہم بھی معصوم نہیں مانتے مگر خصوصیت کے ساتھ مہاجرین و انصار کو گناہوں میں آلودہ بھی نہیں کہتے۔

اب تو اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ جس جذبہ کے تحت یہ رسالہ لکھا گیا ہے وہ کوئی اچھا جذبہ نہ تھا، ورنہ ایسا لفظ آپ کے قلم سے نہ نکلتا جس کی زد میں نہ صرف مہاجرین و انصار بلکہ سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس بھی آتی ہے اعاذنا اللہ منہ۔

ابھی تک کسی شیعہ نے اس آیت سے صحابۂ کرام کے مطاعن میں استدلال نہیں کیا تھا لیکن اب یقیناً کریں گے۔ اور چند روز گزرنے کے بعد بڑے بڑے القاب کے ساتھ آپ کا نام مبارک لکھ کر آپ کے رسالہ کا حوالہ دے کر کہیں گے کہ اتنے بڑے اعلم العلماء اور اشرف الفضلاء نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں صحابۂ کرام کی کمزوریوں کا بیان ہے اگر آپ نے اعلان کے ساتھ توبہ نہ کی تو شیعوں کی اس کارروائی کے وبال سے آپ ہرگز نہیں بچ سکتے۔ وما علینا الا البلاغ۔

چونکہ یہ رسالہ "مغالطات" اثنا عشریوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے تالیف کیا گیا ہے لہٰذا بارہ لطائف کے بیان پر ختم کیا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ احقر عبد الوہاب عفرلہٗ ذنوبہ۔ مدرسہ امدادیہ

۲۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۶۳ھ

تمت

"الداعی" لکھنؤ۔ جلد ۱۰

بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ

# مطبوعات ادارہ

| نام کتاب | مصنف/مرتب | صفحات |
|---|---|---|
| ۱۔ تاریخی مضامین | امام اہلسنت علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ | ۱۷۶ ۱۷۶ |
| ۲۔ افسانہ تحریف قرآن | امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ | ۸۰ |
| ۳۔ قاتلانِ حسینؓ کی خانہ تلاشی | امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ | ۸۰ |
| ۴۔ ابوالائمہ کی تعلیم | امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقیؒ | ۱۱۲ |
| ۵۔ بے نظیر محققانہ مضامین | امام اہلسنتؒ کے چار نادر مضامین کا مجموعہ | ۸۰ |
| ۶۔ تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان | مصنف علامہ ابن حجر مکیؒ<br>مترجم امام اہلسنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ | ۱۲۴ |
| ۷۔ بنیادی اسلامی عقائد | ماخوذ از کتب امام اہلسنتؒ | ۴۸ |
| ۸۔ فیصلہ کن جوابات | مولانا عبدالسلام صاحبؒ فاروقی لکھنوی | ۳۲ |
| ۹۔ عقدِ امِ کلثوم | رئیس التحریر مولانا عبدالمومن فاروقی لکھنویؒ | ۳۲ |
| ۱۰۔ شہادتِ حسینؓ | مولانا عبدالشکور مرزاپوریؒ | ۸۰ |
| ۱۱۔ نسبِ غوث پاک | علامہ نہال احمد نقوی امروہوی | ۶۴ |
| ۱۲۔ شیعہ آبادی | ادارہ | ۱۶ |
| ۱۳۔ شکایات | مولانا الیاسؒ صاحب (بانی تبلیغی جماعت) | ۱۶ |
| ۱۴۔ گاندھی جی کے نام کھلا خط | النجم | ۱۶ |
| ۱۵۔ فقہ جعفریہ (قرآن وسنت کی روشنی میں) | سید علی مطہر نقوی امروہوی | ۱۶ |
| ۱۶۔ مصنف خلافت معاویہ ویزید محمود احمد عباسی اپنے عقائد ونظریات کے آئینہ میں | (مرتب) سید علی مطہر نقوی امروہوی | ۱۹۲ |
| ۱۷۔ ناصبی سازش | علامہ محمد عبدالرشید نعمانی | ۴۸ |

طباعت جمادی الاول ۱۴۱۴ھ / نومبر ۱۹۹۳ء

## مطبوعاتِ ادارہ کی خصوصیت

مطبوعاتِ ادارہ، اپنے مخصوص سنجیدہ اور خالص علمی انداز میں جو ذہن بنا رہی ہیں وہ حکیم الامت علامہ اقبال کے الفاظ میں یہ ہے

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

---

جو کرنی ہے جہانگیری محمد کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوندِ عجم ہو جا

---

جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ حجاز کا
اس کا مقام اور ہے، اس کا نظام اور ہے

## گذارش

ہر وہ شخص جس کو صرف نظام الٰہی کے لئے حاصل کردہ اس نظریاتی مملکت (پاکستان) کی بقاء و استحکام اور اس کو نظامِ اسلامی سے ہمکنار دیکھنا مطلوب ہے اس کے لئے ادارہ کی جملہ مطبوعات کا بار بار مطالعہ ناگزیر ہے۔ ورنہ

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے اے قرآں کے پروانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ناشر

ادارۂ تحفظ ناموسِ اہلِ بیت پاکستان

اے ۲۱۹، بلاک سی شمالی ناظم آباد حیدری کراچی ۷۴۷۰۰